

WWW.PAKSOCIETY.COM
موم کی محبت
راحت وفا

قسط نمبر 13

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

جو پھول بن نہیں سکتے وہ خار ہوتے ہیں
جفائے یار کے سانچے ہزار ہوتے ہیں
میرے خلوص کا جب کوئی ذکر کرتا ہے
میرے حریف بڑے شرمسار ہوتے ہیں

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

بزنس کمیونٹی ڈنر میں سنجنا اپنا برتھ ڈے کیک لے کر عارض کے پاس آتی ہے عارض اس پر برہم ہوتا ہے جس پر سنجنا اس کو مذہب کا طعنہ دے کر کیک پھینک دیتی ہے اس حرکت پر عارض اس کو تھپڑ مار دیتا ہے سنجنا کے جانے کے بعد عارض کو دکھ ہوتا ہے معید صاحب (منیجر) عارض کو سمجھاتے ہیں اور سنجنا سے دور رہنے کو کہتے ہیں معید صاحب کے خیال میں سنجنا انہیں اپنے کسی مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہتی ہے۔ عارض گھر آتا ہے تو اسے دروازے پر دو چٹس ملتی ہیں جو صبیح احمد اس کا انتظار کرنے کے بعد لگا کر گئے تھے صبیح احمد کی فلائٹ تھی وہ اب کہاں گئے اس سے عارض بے خبر ہے مگر ان سے نا ملنے کا دکھ اسے چین نہیں لینے دیتا۔ شمی زیبا کو اپنے ساتھ لے جانے کے لیے آتی ہے اور اپنی باتوں سے جہاں آرا کو سمجھانے کی کوشش کرتی ہے لیکن زیبا منع کر دیتی ہے اور جانے سے بھی انکار کر دیتی ہے۔ صفدر زیبا کو بھیجنے پر بضد ہے اور خود ہی زبردستی اسے میکے چھوڑ آتا ہے جس پر شمی اسے احساس دلا کر گھر کے اندر لے آتی ہے۔ حاجرہ (زیبا کی ماں) داماد کے آنے پر خوش ہوتی ہے۔ بوبی کی ضد کے آگے شرمین تھک ہار کر شکست تسلیم کر لیتی ہے اور اپنی سادگی کو ایک طرف رکھتے ہوئے بوبی کے ساتھ منگنی کی شاپنگ کے لیے جاتی ہے بوبی اپنے ساتھ بھولی کو بھی ساتھ لے لیتا ہے۔ شاپنگ مال میں شرمین کی ملاقات آغا صاحب سے ہو جاتی ہے اور وہ شرمین کو ڈنر پر بلاتے ہیں جس پر بوبی چراغ پا ہو کر سختی سے منع کر دیتا ہے شرمین کو یہ بات بری لگتی ہے اور وہ آغا صاحب سے معذرت کرتی ان کے ساتھ چلی جاتی ہے بوبی غصہ سے پیچ و تاب کھا کر رہ جاتا ہے۔ سنجنا کی حقیقت بھی اب عارض کے سامنے آ گئی ہے وہ پہلے سے شادی شدہ ہے اس کا شوہر شراب کے نشے میں اس پر تشدد کرتا ہے جس پر وہاں کی پولیس اسے پکڑ کر لے جاتی ہے اور سنجنا کو اسپتال میں داخل کرا دیتی ہے لیکن سنجنا وہاں سے نکل کر عارض سے ملنے آتی ہے اور اسے اپنی محبت کے جال میں پھانسنے کی کوشش کرتے ہوئے پاکستان لے جانے کی بات کرتی ہے جس پر عارض اسے غصہ میں گھر سے باہر نکال دیتا ہے اب عارض کو بھی لگ رہا ہے کہ وہ شرمین کا دل دکھا کر کسی مشکل میں پھنستا جا رہا ہے۔ بوبی شرمین سے بے انتہا محبت کرنے کے باوجود اب اس پر شک کرنے لگتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

✿......✿✿✿......✿

فجر کی نماز کے بعد وہ اپنے رات بھر کے فیصلے پر عمل درآمد کے لیے پوری طرح تیار تھی۔ اپنا بیگ دیکھا، ہینڈ بیگ کندھے پر ڈالا، اپنی گاڑی کی چابی دراز سے نکالی اور کمرے سے باہر نکل آئی۔ ٹی وی لاؤنج سے گزرتے ہوئے آپا

کے کمرے پر نظریں ڈالی لیکن پھر ضبط کرکے باہر نکل آئی اس کی اپنی گاڑی پر سیاہ کور چڑھا تھا چوکیدار سے وہ اتروایا ہلکی سی ونڈ اسکرین کی صفائی کروائی اور ڈگی میں بیگ رکھوا کر خود گاڑی اسٹارٹ کی ایک دو منٹ کے سلف مارنے پر بھی گاڑی اسٹارٹ نہیں ہوئی تو چوکیدار سے ٹیکسی لانے کو کہا اور اس میں بیٹھتے ہوئے چوکیدار سے فقط اتنا بولی۔

''بیگم صاحبہ کو بتا دینا آفس کی چابی سیدھے ہاتھ والی ٹیبل پر رکھی ہے۔'' پھر اطمینان سے باہر بھاگتی دوڑتی گاڑیوں کو دیکھنے لگی۔ ابھی ٹریفک کم تھا اجالا بکھرتا جارہا تھا اتنا بڑا فیصلہ کرکے وہ یوں چپ چاپ نکل آئی تھی بوبی سے دور رہنا ہی بہتر ہے یہ سوچ کر اس نے اتنا بڑا فیصلہ رات بھر میں کیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ صبح اس فیصلے پر زینت آپا کو سب سے زیادہ دکھ ہوگا بوبی بھی دیوانہ وار بھاگ کر آئے گا ہزار معافیاں مانگے گا منتیں کرے گا مگر نہیں اس پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا اس کی محبت معصوم بچے کے ہاتھ میں پکڑے نازک کھلونے سے زیادہ کچھ نہیں، ایک بار کا صدمہ بار بار اس نادان سے ٹکریں مارنے سے بہتر ہے۔'' وہ اس خیال پر نکلی تھی۔

جونہی اسے اپنی گلی نظر آئی ٹیکسی کی رفتار کم کرائی گھر کے گیٹ تک کا سفر اس نے ڈبڈباتی آنکھوں کے ساتھ طے کیا۔ اسے سب لمحے یاد آنے لگے گیٹ پر ٹیکسی رکی اس نے بیگ اتروایا۔ ٹیکسی ڈرائیور کو پیسے دیے اور پھر ڈوربیل کا بٹن دبایا۔ چند منٹ بعد گیٹ کھلا اس کے کرائے دار شفاعت صاحب باہر آئے اس نے سلام کیا اور بتایا۔

''آج سے میں اپنے روم میں یعنی اپنے بند حصے میں رہوں گی۔''

''اوہ اچھا آپ نے پہلے سے کہا ہوتا تو میں صفائی کروا دیتا۔''

''کوئی بات نہیں، اب ذرا اپنی ملازمہ کو بھیج دیجیے پلیز۔'' اس نے کہا۔

''ضرور...... آپ کی کل ڈاک بھی آئی ہے آج میں نے پہنچانی تھی خیر میں آپ کی بھابی کو بھیجتا ہوں۔'' شفاعت صاحب یہ کہہ کر اندر اپنے حصے کی طرف چلے گئے اور وہ یہ سوچتے ہوئے کہ ڈاک کس کی آ گئی؟ اپنے بند کیے ہوئے پورشن کی طرف آ گئی۔

ایک کمرہ، اٹیچ باتھ اور باہر تھوڑا سا برآمدہ اس کے پاس تھا ایک کمرے میں سامان بند تھا اس نے لاک کھولا، ڈھیر ساری یادوں نے اس کا گرم جوشی سے استقبال کیا ابھی وہ ساکت سی کھڑی کمرے کو تک رہی تھی کہ بیگم شفاعت آ گئیں تپاک سے ملیں۔

''آپ یہاں رہو گی؟''

''جی۔''

''خیریت۔'' انہیں کچھ حیرت سی ہوئی۔

''بس دل چاہا۔'' وہ ٹال گئی۔

''اچھی بات ہے لیکن ابھی آپ ہماری طرف چلو ماسی آتی ہوگی صفائی کروا دیتی ہوں پھر آ جایئے گا۔'' وہ بہت اخلاق سے بولیں تو بات اس کے دل کو لگی۔

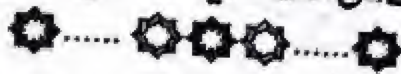
''شکریہ، میں آپ کی ماسی کے ساتھ خود مدد کرا دوں گی۔''

''اس کی ضرورت نہیں اس کا کام ہے وہ بہترین صاف ستھرا کرکے سب سامان سیٹ کردے گی آ جائیں چلیں۔'' وہ اسے لیے باہر آ گئیں۔

''آپ کا نام۔'' اس نے پوچھا۔

''بہار۔'' وہ بولیں۔

"مجھے شرمین کہتے ہیں۔"
"جانتی ہوں کرایہ نامہ پر آپ کا نام ہے۔"
"آپ کو میری وجہ سے زحمت ہوئی۔"
"کیسی زحمت؟" بہار نے الگ کمرے میں اسے بٹھایا اور ناشتہ تیار کرنے کا کہہ کر چلی گئیں۔



زینت بیگم کا غصہ عروج پر تھا۔
بوبی مجرموں کی طرح ان کے سامنے کھڑا تھا۔ شرمین کا صبح سویرے چپ چاپ مع بیگ کے جانا انہیں واضح کر رہا تھا کہ وہ ناراض ہو کر گئی ہے۔ کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور ہوئی ہے کہ وہ چلی گئی۔
"بوبی منہ لٹکا کر کھڑے نہ رہو مجھے بتاؤ کیا، کیا ہے آپ نے؟" انہوں نے پوچھا۔
"ماما، روٹین کی بات تھی وہ میری وجہ سے گئی ہے یہ ضروری تو نہیں۔"
"آپ کی وجہ سے ہی گئی ہے آپ جسے روٹین کی بات کہہ رہے ہو وہ کوئی فضول بات ہوگی۔" وہ بولیں۔
"کیا فضول ہوگا؟" وہ بولا۔
"یہ تو آپ سوچو، کیا کہا ہے؟"
"مما، عارض اور اس کے باپ سے تعلق نہ رکھو یہی کہا تھا۔" اس نے بتایا۔
"یعنی اتنی بڑی اور فضول بات کہہ دی یہ سوچے بنا کہ اب وہ آپ سے رشتہ جوڑ رہی ہے۔ اس پہ آرڈر چلایا میں سمجھ گئی کہ آپ نے غیر اخلاقی گفتگو کی ہوگی یا میرے خدا، میں کیا کروں؟" وہ سر تھام کر رہ گئیں تو وہ منمنایا۔
"سوری ماما اب اسے بلائیں پلیز میرا دل بیٹھ رہا ہے۔"
"کہاں سے بلاؤں، نہیں آئے گی وہ۔"
"پلیز ماما میں معافی مانگ لوں گا۔"
"بوبی کتنا سمجھایا تھا میں نے وہ بہت سلجھی ہوئی سنجیدہ مزاج ہے، سمجھدار ہے۔ فضول الزامات لگائے ہوں گے اسی لیے وہ آپ سے نئے رشتے کے لیے راضی نہیں تھی۔"
"ماما مجھے عارض اور اس کے بابا سے شرمین کا ملنا پسند نہیں۔"
"آپ کیسے یہ بات کر سکتے ہو، وہ آپ کے احکامات کی پابند نہیں، عارض سے اس کی منگنی رہی ہے اور پھر عارض ہو یا کوئی اور اب تو آپ سے تعلق بن رہا تھا نا۔" وہ برہمی سے بولیں۔
"او کے...... اب پلیز ماما اسے لائیں۔" وہ گڑگڑایا۔
"کہاں سے، کیسے؟"
"پلیز آپ کو پتا ہے وہ کہاں گئی ہے؟"
"نہیں مجھے نہیں پتا، اب تم جانو اور تمہارا کام۔"
"ماما م سوری...... ماما۔" وہ ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔
"بوبی آپ کو اب تو سمجھداری سے کام لینا چاہیے سچ کہتی تھی شرمین کہ بوبی نادان ہے...... بچہ ہے۔"
"ماما میں بچہ نہیں ہوں۔" وہ چلا اٹھا۔
"مت چلاؤ۔" وہ غصے سے بولیں۔

''آپ بات کریں شرمین سے۔''
''فون آف ہے کیسے بات کروں۔''
''وہ انہی انکل کے پاس گئی ہوگی۔''
''نہیں.....شاید اپنے گھر گئی ہوگی۔''
''پرانے گھر۔''
''ہنہہ، جاکر دیکھو مناسکو تو منالاؤ۔''
''ماما آپ بھی چلیں۔''
''نہیں میں تو پہلے ہی اس سے بہت شرمسار ہوں۔''
''وہ میری بات نہیں مانے گی۔''
''تو پھر دیکھوں گی فی الحال جاؤ جاکر اسے یقین دلاؤ گھر واپس لاؤ۔'' زینت نے کچھ نرمی اختیار کی۔ بیٹے کی خوشی کا معاملہ تھا وہ حد درجہ پریشان ہوگئی تھیں۔ شرمین کا مزاج جانتی تھیں انہیں یہ بھی اندازہ تھا کہ چھوٹی سی بات پر وہ گھر چھوڑ کر نہیں گئی یقیناً کوئی بڑی وجہ ہوگی۔



''جب انسان اپنی غلطیوں کا وکیل اور دوسروں کی غلطیوں کا جج بن جائے تو فیصلے فاصلوں کو جنم دیتے ہیں۔'' اس کی انتہائی کڑوی کسیلی باتیں سن کر زیبا کو جواب دینا پڑا۔ جس پر وہ مزید بھنا گیا۔
''مطلب میں غلط ہوں تمہارا گناہ تمہاری غلطی میں نے کی اور یہ کس نے کہا کہ میں فاصلوں سے تمہیں منع کررہا ہوں۔''
''میں اپنا گناہ اپنا جرم تسلیم کرچکی ہوں۔'' وہ چلانا چاہتی تھی لیکن پھر ضبط کرگئی۔
''فاصلوں کو ختم کرنے کی ایک اور کوشش آج پھر اتنی جلد تمہیں میرے گھر لے آئی سامان دیکھ رہی ہو ہم گھر ہی بدل رہے ہیں۔'' وہ سفاکی سے مسکرایا۔
''میں صرف عبدالصمد کا ڈاکٹری نسخہ لینے آئی ہوں اسے رات سے بہت کف اور بخار ہے۔'' اس نے جل کر کہا تو ایک دم ہی وہ جیسے چونکا اور پھر خود کو نارمل کرتے ہوئے بولا۔
''تمہاری جیسی ماں بچے کا خاک خیال رکھے گی۔''
''کیا.....!'' وہ تڑپی۔
''جی وہ تو تمہیں غلطی سے مل گیا اور بس۔'' اس کے اس کاٹ دار جملے میں بھی کچھ عجیب سا احساس موجود تھا۔
''چلیں مل تو گیا میں مکمل تو ہوں اور آپ۔'' اس نے کمان ایسے ابرو اس طرح چڑھائے کہ وہ کچھ بے چین سا ہوگیا۔
''ہے نا ایسا ہی کہ آپ کے پاس آپ کی اولاد بھی نہیں۔'' اس نے پھر تاک کر تیر چھوڑا اور دراز سے نسخہ نکال کر کمرے سے باہر نکل گئی۔
وہ جیسے اس کے جملے کی زد میں ہچکولے کھانے لگا۔ وہ تو واقعی نامکمل تھا۔ تنہا، ویران، تلخ اور سرد جملوں کے سوا کچھ نہیں تھا اس کے پاس۔ خالی کمرے میں ان کے جانے کے بعد وہ انہیں اکثر مس کرتا تھا جانے کیوں خالی بیڈ پر نظریں عبدالصمد کو تلاش کرتی تھیں۔ اس کا معصومانہ مسکرانا یاد آرہا تھا اس کی آواز جیسے اسے کمرے میں نظریں دوڑانے پر مجبور

کرتی تھی اور وہ کئی بار سر جھٹک کر شیلف میں رکھی اپنی اور زیبا کی شادی کی تصویر دیکھ کر غم و غصے کی آگ میں جلنے لگتا۔ مگر ہار ماننے کو راضی نہ ہوتا امی تو جیسے اداسی کی تصویر بن گئی تھیں ان کی بوڑھی آنکھیں مسلسل بھیگی رہتی تھیں۔ اس کے سامنے وہ رقت بھری آواز میں بہو اور پوتے کا ذکر کرتیں مگر وہ پہلو بدل کر کوئی اور بات شروع کر دیتا آج اس کی اچانک آمد پر دل بے قرار کو کچھ اچھا بھی لگا اور تھوڑا سا خوشی کا احساس بھی ہوا مگر جانے کیوں تند و تلخ جملوں سے اسے کچوکے لگانے پر مجبور ہو گیا وہ اکیلی آئی تھی اور وہ شاید بیٹے کو دیکھنا چاہتا تھا دل مچلا تیزی سے کمرے سے باہر نکلا مگر وہ جا چکی تھی بس اطراف میں اس کے احساس کی خوشبو باقی تھی جہاں آرا کی پلکیں نم تھیں اسے دیکھ کر پھٹ پڑیں۔

"کیسے سنگ دل باپ ہو، بیٹے کی طبیعت خرابی کا سن کر بھی دیکھنے نہیں آ گئے بیوی کو چھوڑ کر بے فکر ہو گئے۔"

"مجھے اس نے بتایا ہی نہیں۔" وہ جھوٹ بول گیا۔

"ارے کیوں میری آنکھوں میں دھول جھونکتے ہو وہ نسخہ لینے آئی اور تمہیں بنا بتائے چلی گئی' کیوں اتنے بے حس ہو گئے صفدر؟" جہاں آرا نے خوب لتاڑا وہ چپ رہا دل میں تو بیٹے کے لیے احساس تڑپ رہا تھا۔

"مجھے چھوڑ کر آؤ۔"

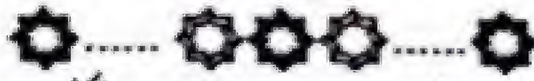
"کہاں؟"

"زیبا کی طرف میں عبدالصمد کو دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"امی میں جلدی میں ہوں کچھ نہیں ہوا آپ بے فکر رہیں۔" وہ یہ کہہ کر پلٹنے لگا تو ان کے دل میں چھپی بات زبان پر آ گئی۔

"جس کالے منہ والی کی خاطر اپنے بچے کو نظر انداز کر رہے ہو وہ تمہیں برباد کرنا چاہتی ہے۔"

"کون..... کون امی ایسا کچھ نہیں ہے۔" وہ ان کو یقین دلانے کے لیے بہت نرمی سے بولا۔



دروازے پر مسلسل دستک ہو رہی تھی۔ وہ واش روم سے نہا کر باہر نکلی دوپٹہ شانوں پر پھیلایا اور دروازہ کھولا جونہی یوبی اندر داخل ہوا تو اس نے کسی قسم کی حیرت کا اظہار نہیں کیا۔ بڑے بے تابانہ انداز میں وہ آگے بڑھا بڑے صبر و تحمل کے ساتھ اس نے روکا۔

"یوبی کرسی پر بیٹھ جاؤ۔"

"ثمرین مجھے معاف کر دو۔"

"کر دیا۔" اس نے بال تولیے سے صاف کرتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"تو خفا خفا سی کیوں ہو؟"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔"

"تو پھر گھر چلو۔" وہ جلدی سے بولا۔

"میں اپنے گھر میں ہوں۔"

"ثمرین ہمارا وہ گھر ہے۔"

"یوبی میں آپ کے گھر اب اور نہیں رو سکتی یہ میرا گھر ہے' دیکھو یہاں میری ضرورت کے لیے سب کچھ ہے۔" وہ انتہائی متانت سے بولی۔

"ہماری منگنی.....؟"

''اب نہیں ہوگی۔''

''وہاٹ؟'' وہ چلا اٹھا۔

''جی...... سب چیزیں اپنے مقام کی طرف لوٹ چکی ہیں۔''

''پلیز معاف کردو۔''

''کردیا ہے اگر یہ کیا ہوتا تو تم یہاں نہ ہوتے۔'' وہ بال سلجھانے لگی۔

''شرمین ہماری منگنی کے کارڈ تقسیم ہوگئے ہیں میں مرجاؤں گا۔'' وہ بہت بے چین ہوکر بولا۔

''تو......''

''تو پلیز گھر چلو ایسی سزا نہ دو۔'' وہ رونے کے قریب تھا۔

''بوبی میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتی ہزار بار یہاں آؤ، لیکن یہ بھول جاؤ کہ اب ہمارا کوئی رشتہ بنے گا۔'' اس نے صاف صاف کہہ دیا۔

''شرمین، میں مرجاؤں گا۔''

''کوئی نہیں مرتا۔''

''یہ آزمائش ہے؟''

''چلو یونہی سہی میں بھی تو دیکھوں کہ محبت کے نام پر میرے لیے بھی کوئی مرسکتا ہے ورنہ مجھے ہی مارتے آئے ہیں سب۔'' وہ طنزیہ ہنسی۔

''شرمین مجھ سے بھول ہوگئی پلیز۔''

''نہیں بھول مجھ سے ہوئی تھی بات ہی غلط تھی اپنے انجام کو پہنچی۔''

''میں جیلس ہوگیا تھا۔''

''مجھے کچھ وضاحت نہیں چاہیے میں تمہیں چھوڑ آئی ہوں بس۔'' وہ بڑی تیزی سے بولی۔

''شرمین۔'' وہ چلایا تو اس نے خشمگیں نگاہوں سے دیکھا۔

''پلیز اب جاؤ۔''

''نہیں، تمہارے بغیر ہرگز نہیں۔''

''بوبی یہ طے ہے کہ اب ہم وہ رشتہ قائم نہیں کرسکتے۔''

''کیوں...... آخر کیوں؟''

''اپنے آپ سے پوچھو میرے اور تمہارے درمیان فاصلے تھے اور ہیں۔''

''شرمین آئندہ خیال رکھوں گا۔''

''بوبی جاؤ میں نے فیصلہ کرکے واپسی کا ارادہ کیا تھا۔''

''میں جان دے دوں گا۔'' اس نے دھمکی دی مگر اس پر ذرا سا اثر نہیں ہوا۔

''مجھے کچھ کام کرنا ہے پلیز۔'' اس نے اس طرح کہا کہ جس کا مطلب تھا اب جاؤ مگر وہ ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوگیا۔

''شرمین پلیز چلو میرے ساتھ۔''

''بوبی پلیز جاؤ میں زینت آپا کو بتادوں گی۔''

''کیا؟''

''اپنے فیصلے سے آگاہ کردوں گی کہ میں بوبی کے لیے کیا گیا فیصلہ واپس لے چکی ہوں۔'' اس نے بہت نرمی سے کہا اور اپنے بیگ سے کپڑے نکال کر الماری میں رکھنے لگی بوبی کچھ دیر رکا رہا پھر شکستہ قدموں سے چلا گیا۔



ائرپورٹ پر گاڑی پارک ہوئی۔

عارض نے معید صاحب کی طرف دیکھا کچھ فکرمندی سے اور کچھ تاسف سے معید صاحب سمجھ گئے۔

''سر آپ بالکل ٹینشن نہ لیں وہ ان دونوں میاں بیوی کا معاملہ ہے۔ آپ تو شکر کریں کہ اس لڑکی نے آپ کا نام نہیں لیا اور اسے آپ نے گرفتار نہیں کرایا اس کے ایکس ہزبینڈ نے کرایا ہے کہ وہ اس کا روپیہ پیسہ لے کر بھاگی ہے۔''

''تو کیا نکلا اس کے پاس سے؟''

''تفتیش ہو رہی ہے آپ چھوڑیں۔''

''لیکن اس کا یہاں کوئی نہیں ہے کون ہیلپ کرے گا کون وکیل کا بندوبست کرے گا۔''

''سر ہماری فلائٹ کا ٹائم ہے آپ جلدی سے اندر چلیں۔'' معید صاحب ٹال گئے ڈگی سے اس کا سوٹ کیس نکالا۔

''مجھے اچھا نہیں لگ رہا۔''

''کیا؟''

''وہ کیا سوچے گی ہم پاکستانی ایسے ہوتے ہیں؟''

''سر پلیز آپ پرابلم کری ایٹ نہ کریں۔''

''منیجر صاحب آپ تو خیال رکھ سکتے ہیں میرا مطلب وکیل وغیرہ کا بندوبست......!'' گاڑی سے باہر نکلتے ہوئے اس نے کہا۔

''نہیں سر میں دو چار روز میں نیوجرسی چلا جاؤں گا اور ویسے بھی میں یہ بلا اپنے گلے قطعاً نہیں ڈال سکتا۔''

''آپ صرف ایک بار جیل جا کر مل تو لیں۔''

''لیکن کیوں؟''

''انسانی ہمدردی کے تحت۔''

''سر! یہاں کے قوانین بہت سخت ہیں میں کیوں حصہ دار بنوں۔''

''تو ٹھیک ہے میری سیٹ کینسل کرادیں۔''

''جی......؟'' وہ چلا اٹھے۔

''منیجر صاحب انسانی ہمدردی بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔''

''سر آپ مجھے مشکل میں ڈال رہے ہیں میں آغا صاحب سے پوچھتا ہوں۔''

''ہرگز نہیں بہت خاموشی سے ملنا ہے مالی مدد کردیجیے گا۔''

''اچھا چلیں اب آپ جائیں۔''

''اور کے آفس کے لیے جس طرح آغا صاحب کہیں ویسا کرنا ہے۔''

''جی انہوں نے اپارٹمنٹ سیل کرنے کو کہا ہے صرف بزنس پوائنٹ رکھنے کو کہا ہے۔''

''جی ٹھیک' دیکھو سنجنا کی مدد ضرور کرنا اشوک بھیڑیا ہے تو اس کو چھڑا کر اس کے چنگل سے نکال کر شکس انڈیا بجھوانا۔''

"اوہو..... آپ بالکل عقل سے کام نہیں لے رہے ہیں۔"
"وہ ہمارے گلے کا ہار بن جائے گی۔"
"نہیں پاکستان کا تو رخ بھی نہ کرے ویسے بھی اتنی آسانی سے اس کو اشوک سے نجات نہیں ملے گی۔"
"او کے اللہ حافظ۔" معید صاحب اس کی بات ٹال گئے وہ گلے ملا اور پھر اندر لاؤنج کی طرف بڑھ گیا معید صاحب نے خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ حسب وعدہ اسے بخیر و عافیت پاکستان بھیجنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔
"ہنہہ سنجنا سے ہمارا کیا واسطہ میں خود مصیبت کو دعوت کیوں دوں؟" انہوں نے سر جھٹک کر خود سے کہا اور گاڑی پارکنگ سے نکال کر باہر لے گئے۔ وہ تو دو روز سے شدید پریشانی کا شکار تھے سنجنا والے معاملے کے باعث عارض کا سایہ بن گئے تھے آج صبح اس کی شوہر کے الزامات کے باعث گرفتاری کی خبر مع تصویر دیکھ کر انہوں نے عارض کو فون پر مطلع کر دیا تھا اور حیران وہ اس بات پر تھے کہ پولیس نے سنجنا کو جب گرفتار کیا اس وقت وہ عارض کی جیکٹ ہی پہنے ہوئے تھی معید صاحب کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ عارض کی جیکٹ ہے اب الجھن یہ تھی کہ اس مردانہ جیکٹ کے متعلق پولیس سوال نہ کرلے اور عارض کسی مصیبت میں نہ آ جائے مگر اب کچھ تسلی انہیں ملی تھی۔



"صفدر بھائی میں نے آپ کے کہنے کے مطابق بوبی والا تجربہ کر کے دیکھا نتیجہ میں یہاں اپنے گھر میں ہوں۔" صفدر نے ملنے کے لیے فون کیا تو اس نے اپنے پاس بلا لیا اور پھر اس کے استفسار پر کہا۔
"مطلب؟"
"مطلب یہ کہ بوبی کے اور میرے مزاج میں ہمیشہ سے ایک واضح فاصلہ رہا ہے فاصلے مٹانے کی کوشش کی تھی مگر رزلٹ خراب نکلا۔" وہ چائے کا کپ صفدر بھائی کو پیش کرتے ہوئے بولی۔
"شرمین، بہن فرق اور فاصلے اتنی جلدی تو ختم نہیں ہوتے بوبی کو کچھ وقت تو دینا چاہیے۔" صفدر نے کہا۔
"کتنا وقت صبیح احمد والا یا عارض والا؟" وہ طنزیہ مسکرائی۔
"نہیں اتنا جس میں بوبی آپ کے مزاج کو سمجھ سکے۔"
"صفدر بھائی میں نے بہت سوچ سمجھ کر واپسی کا فیصلہ کیا ہے بعد کی خرابی سے بہتر ہے کہ پہلے ہی ہوشیار ہو جاؤں۔"
"عارض بھی تو آ رہا ہے۔" صفدر نے کہا۔
"جانتی ہوں۔"
"کیسے، رابطہ کیا اس نے۔"
"نہیں نا آغا جی مارکیٹ میں ملے تھے پھر انہوں نے گھر بلایا تب بتایا تھا۔"
"پھر......"
"پھر کچھ نہیں بوبی کو آغا جی اور عارض کے حوالے سے پرابلم ہوئی تو میں جان گئی کہ نادان کی دوستی سے دانا کی دشمنی بہتر ہے۔"
"مگر زینت آپا اور ساری منگنی کی تیاری؟"
"سب مینج ہو جاتا ہے میں بہت امتحانات دے چکی ہوں مزید نہیں۔" اس نے بہت افسردگی سے کہا تو صفدر چپ ہو گیا۔

''پھر بھی شرمین بہن ایک بار پھر سوچ لیں۔''
''چھوڑیں یہ بتائیں کہ بھابی عبدالصمد اور خالہ جان کیسے ہیں؟''
''ٹھیک ہی ہوں گے۔''
''ہوں گے......؟''
''اپنی ماں کی طرف گئی ہیں اور ہاں اس ویک اینڈ پر ہم نئے گھر میں شفٹ ہوجائیں گے بڑا گھر ہے۔آپ ہمارے ساتھ چل کر رہو۔''
''ارے نہیں بھائی شکریہ میں یہاں ٹھیک ہوں آفس تو میں جاتی رہوں گی۔''
''اچھی بات ہے۔''
''بھابی کو لائیں میرے پاس۔''
''شرمین بہن، وہ اپنے گھر ہمیشہ کے لیے چلی گئی ہیں۔''
''وہاٹ......؟''
''ہاں پہلے دن سے ہمارے درمیان اختلافات تھے اب علیحدہ ہونا بہتر تھا۔''
''مگر صفدر بھائی کیوں آپ اپنا گھر توڑ رہے ہیں۔'' وہ حیرت اور تعجب سے بولی۔
''گھر تھا ہی نہیں۔'' وہ ہنسا۔
''اور بچہ۔''
''بچہ بھی اسی کو دے دیا۔''
''اور خالہ جان وہ تو یہ برداشت نہیں کرسکتیں تو پھر۔''
''کرلیں گی۔''
''مطلب طلاق؟''
''فی الحال علیحدگی پھر دیکھیں۔''
''صفدر بھائی پلیز غور کریں۔''
''غور کیا ہے وہ ایسا ہی چاہتی ہے۔''
''میں بات کروں بھابی سے۔''
''چھوڑیں۔''
''صفدر بھائی میرا دل دکھ سے بھر گیا ہے بچہ یہ جدائی کیسے برداشت کرے گا اس پر غور کریں۔''
''بچہ اپنی ماں کی سزا بھگتے گا۔'' وہ کچھ اضطراب کے ساتھ بولا۔
''بہر کیف آپ اچھی طرح سمجھائیں۔''
''خیر میں چلتا ہوں پھر آؤں گا اور بوبی والے معاملے میں ٹھنڈے دل سے کام لیں۔'' صفدر اٹھ کھڑا ہوا۔
''اللہ حافظ۔'' اس نے یہ کہہ کر صفدر کو رخصت کیا۔



زینت آپا بستر سے جا لگی تھیں۔
بوبی ان کے سرہانے بیٹھا منت سماجت کررہا تھا۔ جمعہ سر پر آچکا تھا۔ منگنی کے دعوت نامے تقسیم ہوچکے تھے

زینت کی عزت داؤ پر لگی تھی مگر کر کیا سکتی تھیں شرمین حق بجانب تھی اس سے نظریں ملانے کی ہمت نہیں تھی۔ صدمے کے باعث محسوس ہو رہا تھا کہ شوگر بڑھ چکی ہے بوبی پر غصہ بھی آ رہا تھا اور ترس بھی بابا ان کے لیے فروٹ کاٹ کر لائے تو حوصلہ کر کے بولے۔

"بیگم صاحبہ آپ خود شرمین بیٹی کے پاس جائیں وہ آپ کی بات مان لیں گی۔"

"بابا کس منہ سے بوبی نے جو کیا ہے اسے کیسے سمجھاؤں؟"

"ماما پلیز۔"

"چپ رہو آپ۔"

"باجی بڑی ہیں آن کی بات ماننی چاہیے۔" بھولی اچانک اندر آئی اور اپنی دانست میں بڑے پتے کی بات کی۔

"تو چپ رہ۔" بابا نے بھولی کو کہا۔

"بابا میں جانتی ہوں وہ اب نہیں مانے گی۔"

"آپ ہمت نہ ہاریں جائیں سمجھائیں۔" بابا نے کہا۔

"بابا بوبی کو کتنا سمجھایا تھا میں نے وہ سلجھی ہوئی سنجیدہ مزاج لڑکی ہے یہ اس سے اوٹ پٹانگ باتیں کرتا ہے۔"

"ماما صرف ان انکل کی بات کی تھی۔"

"کیوں کی تھی؟"

"بیگم صاحبہ آپ چھوٹے صاحب کو بھی ساتھ لے جائیں۔"

"بابا میں فون پر بات کروں گی مجھے معلوم ہے کسی معمولی سی وجہ سے اس نے گھر نہیں چھوڑا آپ کام دیکھیں۔"

"بیگم صاحبہ میں نے چھوٹے صاب کو کہا ہے مجھے لے چلیں۔" بھولی بولی۔

"نہیں، جا کر کچن میں کام کرو۔" وہ فوراً چلی گئی بابا بھی چلے گئے بوبی نے جلدی سے فون اٹھا کر انہیں دیا اور کہا۔

"ماما پلیز فون ابھی کر لیں۔"

"بوبی جلد بازی اچھی نہیں ہوتی۔"

"ماما وہ کوئی اور فیصلہ کر لے گی۔"

"وہ آپ کی طرح احمق نہیں ہے۔"

"ماما وہ عارض کے آنے کا کہہ رہے تھے۔"

"تو آنے دو عارض کو۔"

"ماما...... وہ......!" وہ رونے قریب ہو گیا تھا۔

"بوبی فار گاڈ سیک مجھے خود کوئی حل نکالنے دو۔" زینت زچ آ گئی۔

"او کے لیکن یاد رکھیے گا کہ میں شرمین سے بہت محبت کرتا ہوں۔"

"اسی لیے اس کو پریشان کرتے ہو۔"

"ماما جی۔" وہ ٹھنکا۔

"چلو اب جاؤ۔"

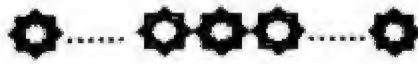
"پلیز فون کر لیجیے گا۔"

"او کے۔" وہ چلا گیا مگر زینت سوچ بچار میں گرفتار ہو گئی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے؟ شرمین حق بجانب

تھی انہیں اندازہ تھا کہ وہ غلط نہیں ہوسکتی۔ یقیناً بوبی کی احمقانہ حرکت ہوگی‘ کوئی بہت ہی سطحی بات کی ہوگی جس پر اتنا شدید ردعمل شرمین نے ظاہر کیا ہے۔

''کیا فون کرنا چاہیے، کیا شرمین بات مان لے گی؟'' یہ دونوں سوالات بڑی دیر ان کے ذہن میں اودھم مچاتے رہے لیکن جواب کوئی نہیں تھا کارڈ تقسیم ہوگئے ہال بک ہوگیا خریداری مکمل ہوگئی اور ایک دم حالات نے یہ رخ اختیار کرلیا۔

''یا اللہ میری عزت رکھ لے لوگ کیا کہیں گے؟'' ان کے دل سے دعا نکلی اور پلکوں سے اشک ٹوٹ کر تکیے میں جذب ہوگئے۔



سو کر اٹھی تو کمرے میں گھپ اندھیرا تھا۔

شام گہری ہوچکی تھی وہ ہڑبڑا کر اٹھی مغرب کی نماز قضا ہوگئی تھی جلدی سے اٹھ کر کمرے کی لائٹ آن کی واش روم کا رخ کیا۔ وضو کیا جائے نماز بچھائی تھی کہ شفاعت صاحب کی تیرہ سالہ بیٹی جویریہ چائے کا کپ اور ایک سفید بند لفافہ لیے کمرے میں آگئی وہ نیت باندھ چکی تھی جونہی سلام پھیرا تو جویریہ بولی۔

''آنٹی چائے پی لیں اور ابو کہہ رہے ہیں یہ آپ کی ڈاک آئی تھی وہ دینا بھول گئے۔'' اس نے گردن کے اشارے سے اسے اچھا کہا تو وہ چلی گئی۔

اس نے تسلی سے دعا مانگی معمول کے مطابق سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کی تسبیح پڑھی اور چائے دیکھی تو وہ ٹھنڈی ہوچکی تھی لفافہ اٹھا کر دیکھا اس پر اسلام آباد لکھا تھا بھیجنے والے کا نام صبیح احمد درج تھا۔ وہ حیران رہ گئی صبیح احمد اور اسلام آباد یہ کیسا لفافہ ہے، وہ دھڑکتے دل کے ساتھ بیڈ کی پٹی پر ٹک گئی۔ لفافہ کھولنے کی ہمت نہیں ہورہی تھی حیرت کا نا ختم ہونے والا لمحہ تھا اس کے لیے اتنے طویل عرصے کے بعد صبیح احمد کا خط دیکھنا ہی تعجب کی بات تھی۔ کیوں صبیح احمد کو خط لکھنے کی ضرورت پڑی اور وہ بھی اسلام آباد بیٹھ کر ان کا خط لکھنا کیا وہ اسلام آباد آئے تھے یا وہیں قیام پزیر ہیں جو بھی ہے آخر رابطہ کیوں کیا؟

''مجھے صبیح احمد آپ سے کوئی رابطہ نہیں رکھنا پھر کیوں آپ کو میرا خیال آگیا کیوں یہ خط بھیج کر پھر میری زندگی میں یادوں کا طوفان برپا کرنا چاہا؟ کیوں یہ احساس دلانا چاہا کہ میں نے کبھی تم سے شدید محبت بھی کی تھی محبت کے بدلے میں تم نے بے وفائی بھی کی تھی اور بہت بڑی سزا دی تھی اپنی دنیا آباد کرکے میری دنیا کو مٹا دیا تھا پھر یہ تماشہ کیا ہے۔'' اس نے شدت جذبات سے بڑبڑایا اور بڑی تیزی سے لفافہ چاک کرکے اندر سے تہہ شدہ سفید صفحہ نکال کر کھولا وہی مانوس سی لکھائی۔ وہی مانوس سالب لہجہ جس سے کبھی بھی شہد تو نہیں ٹپکا تھا البتہ اپنائیت کا احساس ضرور ملتا تھا سیدھے سپاٹ لہجے میں مخاطب کرنا ان کی عادت تھی آج بھی وہی انداز تھا۔

''شرمین!

یہ خط تمہیں ٹھیک ایک دن بعد مل جائے گا۔ مگر مجھے معلوم ہے کہ تمہیں یہ خط چند دنوں، چند ہفتوں یا پھر بہت سے دنوں کے بعد ملے اس وقت تک میں نا صرف اسلام آباد سے بلکہ اس دنیا سے بھی رخصت ہوچکا ہوں گا اور پھر تمہارے کسی بھی رسپانس پر کسی بھی قسم کا ردعمل ظاہر نہیں کرسکوں گا۔ میں یہی ڈیزرو کرتا ہوں دل پر اب میرا کوئی اختیار نہیں بائے پاس کے بعد بھی دل میرا نہ ہوسکا بند ہونے کے قریب ہے‘ خیر بند ہونے سے پہلے تم سے ہی ایک ایثار و قربانی کی درخواست کررہا ہوں جانے کیوں قدرت نے بھری دنیا میں تمہارا ہی محتاج کردیا لیکن یہ

بھی میں جانتا ہوں کہ تم میرا کہا نہیں ٹالو گی۔ میرا کچھ نہیں بچا نہ میں اور نہ میرا گھرانہ صرف میرا قیمتی سرمایہ یعنی اذان احمد میرا بیٹا ہی بچا ہے اسے حالات کے پیش نظر اسلام آباد کے شالیمار ہاسٹل میں داخل کرادیا ہے اس کے داخلہ فارم میں اپنے بعد تمہارا نام سرپرست اعلیٰ کے طور پر لکھا ہے اذان کا اکاؤنٹ نو سال بعد میچور ہوگا میں نے صرف دولت جمع کی تھی وہ اس کے اکاؤنٹ میں جمع کرادی ہے جو اس کے بنا کمائے بھی کافی رہے گی اس کی دیکھ بھال جیسے تم مناسب سمجھو کرنا، اس کا کوئی معاوضہ میرے پاس ہے ہی نہیں، اذان کو ماں اور باپ کی محبت درکار ہے میری بے وفائی کا احساس اسے نہ دینا سزا تو میں کاٹ کر جاؤں گا۔ مجھے نہیں یقین کہ ہم کبھی مل سکیں گے اذان کے پاس میرا فون نمبر ہے کچھ پوچھنا یا کہنا ہو تو نمبر ملا کر دیکھ لینا اگر جواب نہ ملے تو سمجھ لینا کہ اذان تمہارا ہی بیٹا ہے ہوسکے تو اسے ہاسٹل کے سرد ماحول سے نکال کر اپنے پاس رکھ لینا ورنہ ہاسٹل تو ہے ہی' میں نے پہلے بھی تمہیں آزمایا اور اب بھی آزمائش ہے جس کے لیے معافی چاہتا ہوں، اللہ حافظ۔

والسلام

دعا گو تمہارا

صبیح احمد

27 دسمبر 2014ء

اخاہ!

''تم مجھے کس رشتے سے یہ خط لکھ بیٹھے، تمہارا آخری خط تو کئی برس پہلے مل گیا تھا۔ ترے خط، تمہاری خوشبو سب خواب وخیال تھے متاع جاں سمجھا تھا' جنہیں تمہارے قول وقرار کی طرح گزشتہ سال میں نے وہ سب خط پھاڑ دیے تھے۔

تمہیں تو احساس تک نہیں ہوا۔

وہ جو ہاتھ بھر کا تھا فاصلہ کئی موسموں میں بدل گیا

اسے ناپتے اسے کاٹتے میرا سارا وقت گزر گیا

میری یاد آئی تو اس لیے کہ اب تمہارا بیٹا تنہا ہو کر پاکستان آ گیا ہے دیار غیر میں رہنے والوں کے لیے پاکستان کی اہمیت برقرار تھی مجھے آزمانے کے لیے تمہارے پاس اذان تھا تو تم نے قلم کا سہارا لے لیا جب میں خط لکھتی تھی تو تم شاید کہیں رکھ کے بھول جاتے تھے وہ ایک خط جس میں میرے لیے زندگی کی کوئی کرن ہوتی وہ تو تم نے کبھی لکھا ہی نہیں' یہ تو خط کسی اور کے لیے کسی اور کے نام لکھا ہے یہ اذان کے لیے اذان کے سرپرست کے نام لکھا ہے اور اذان کے خود غرض باپ کا نام صبیح احمد ہے دولت مند صبیح احمد جس نے دولت کے پلڑے میں خود کو رکھ کر میری عمر بھر کی خوشیوں کا سودا کیا اور خود کو بے قصور ظاہر کیا جس نے جھوٹ بولے قدم قدم پر کہ وہ مجبوری کی شادی کو ختم کر چکا ہے' پھر اذان کہاں سے آ گیا؟'' درد کی شدت نے اتنا بے کل کیا کہ وہ دل مٹھی میں دبا کر اٹھ بیٹھی۔

شام سے رات ہوگئی تھی بھوک کی شدت سے برا حال تھا نقاہت محسوس ہو رہی تھی خط اس کے تہہ لگانے کا محفوظ کرنے کا منتظر تھا مگر اس نے وہیں بیڈ پر چھوڑ کر خود کو یکجا کیا۔

یادیں کتنی طاقت ور ہوتی ہیں، دیو قامت پہاڑوں کی مانند جن سے خوف بھی آتا ہے اور جن کی اہمیت کم بھی نہیں ہوتی سالوں پہلے اس نے صبیح احمد کو دل سے نکال کر پھینکا تھا آج وہ پھر سے اس کے اندر طوفان لے آیا۔ وہ تو ان کے بعد عارض کی محبت پر ایمان لے آئی تھی پھر عارض کی توہین محبت نے بوبی کے لیے دل نرم کردیا تھا اور اب بوبی سے کنارا

کر کے وہ خود کو توانائی کا انجکشن لگا چکی تھی تو صبیح احمد کے خط نے انجکشن کی ساری قوت جیسے سلب کرلی تھی۔ اسے صبیح احمد کی بے وفائی اور اذان کی بے بسی چاروں اطراف دکھائی دے رہی تھی۔ مگر کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے؟

"صبیح احمد تم نے تو مجھ سے معافی بھی اگر مانگی تو خود غرض بن کر اپنے بیٹے کے لیے میری وفا کو آزماتے ہی رہے اگر میں تمہارا خط پرزے پرزے کر کے ہوا کی نذر کردوں تو میرے دل پر لگے زخم کچھ مندمل ہوں تم نے خود غرضی کی انتہا کردی محبت کے نام پر بار بار مجھے ہی دار پر چڑھایا' تمہیں کبھی محبت تھی ہی نہیں' محبت ہوتی کیا ہے یہ تم کیا جانتے اب جبکہ دل نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا تو تمہیں میرا نام یاد آ گیا' کاش کہ تم دل کی اہمیت کو سمجھ سکتے دیکھو اللہ نے تمہارے لیے دل کی بیماری کو حقیقت بنا دیا۔ جانتے تو ایسا نہ کرتے صبیح احمد' دل محبتوں کی حرارت سے توانا رہتے ہیں۔ محبت کو لفظوں کا جامہ پہنا کر دلوں میں پناہ نہیں ملتی۔"

وہ مسلسل سوچے ہی جا رہی تھی شاید سالوں کا غبار تھا جو صبیح احمد کو کہنا نہیں چاہتی تھی وہ خود کلامی کی صورت میں کہے چلی گئی جبکہ سوچنا تو یہ تھا کہ اذان کے لیے کیا کرنا ہے؟ کیا صبیح احمد کو معاف کرنا ہے کیونکہ اذان کی سرپرستی کا دوسرا مطلب یہی تھا کہ صبیح احمد کی بے وفائی اور خود غرضی کو معاف کر دیا۔



"زینت آپا آپ کیوں آنسو بہا رہی ہیں؟" اس نے ان کی بھیگی پلکیں اپنی انگلیوں کی پور سے صاف کیں' مگر ان کی آنکھوں سے تو سیلاب جاری تھا۔ وہ ان سے ملنے صبح ہوتے ہی آ گئی تھی۔ آئی تو وہ گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیں بوبی کو تیز بخار تھا۔ اس کی اپنی آنکھیں بھی شب بیداری کی غمازی کر رہی تھیں۔ رات بھر سو نہیں سکی تھی' کس قدر مشکل اور دشوار تھا صبیح احمد کے خط کے مطابق فیصلہ کرنا..... شاید فجر کی نماز پڑھ کر اس کا دل اطمینان کی لذت سے مسرور سا ہو گیا تھا۔

"آنسو تو بوبی کی وجہ سے عمر بھر بہانے ہیں۔"

"ایسا کچھ نہیں ہے آپ بس قبول نہیں کر پا رہی ہیں۔"

"کیا، پرسوں جمعہ ہے منگنی کا دن اور.....؟" زینت سخت بے بس ہو کر بولیں۔

"تو اب نہیں ہوگی آپ نے کل سے منع نہیں کیا۔"

"شرمین' بوبی بہت شرمندہ ہے معافی چاہتا ہے کل رات سے بخار میں پھنک رہا ہے ایسا مت کہو۔"

"آپا میں بوبی کو شرمندہ کرنا ہی نہیں چاہتی بس اب ایسا ممکن نہیں رہا۔" وہ کافی سنجیدگی سے بولی۔

"اس نے اچھا نہیں کیا بس کم عقل ہے۔" زینت بیٹے کی صفائی ہی دے سکتی تھیں۔

"پہلے تو عقل والا مسئلہ تھا مگر اب نہیں رہا میں گئی تو بوبی کی وجہ سے تھی مگر اس فیصلے میں کچھ قدرت کا فیصلہ بھی شامل تھا۔"

"مطلب؟"

"زینت آپا میری اب اپنی بھی مجبوری ہے بوبی کے ساتھ نبھا نہیں ہو سکتا۔"

"مگر بوبی تو مر جائے گا، کیا عارضہ آ گیا ہے؟"

"پتا نہیں، اور شرمندہ نہ کریں بوبی کو اچھی طرح سمجھا دیں میں کسی سے بھی منگنی اور شادی نہیں کر سکتی۔"

"شرمین پلیز میری خاطر معاف کردو۔"

"آپا آپ کا کیا قصور؟"

”بوبی کی تربیت میں نے ہی تو کی ہے۔“ وہ رو دیں۔

”ٹھیک ہو جائے گا۔“

”اسے معاف کردو، گھر لوٹ آؤ۔“

”آپا سمجھیں کہ کچھ میری مجبوری بھی آڑے آ گئی ہے۔“ وہ غیر معمولی سنجیدہ سی ہو کر بولی۔

”مجھے بتاؤ، بھروسہ کرو مجھ پر ورنہ میرا دل پھٹ جائے گا۔“

”اللہ نہ کرے بتادوں گی مگر فوراً نہیں۔“

”آغا جی نے......؟“ زینت کے لبوں پر مختصر سا جملہ اٹکا۔

”نہیں، بس غیر متوقع آزمائش اور مجبوری ہے۔“

”بتاؤ پلیز! بوبی ہر مجبوری میں تمہارا ساتھ دے گا۔“

”نہیں آپا! بوبی تو ابھی مجھے سمجھا ہی نہیں جبکہ میری مجبوری تو اس کے تصور سے بھی بڑی ہے، بہرکیف آپ آرام کریں میں چلتی ہوں۔“

”نہیں...... نہیں پلیز مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ آفس میں بھی تمہاری ضرورت ہے اور میرا ایک ہی بیٹا ہے۔“ زینت تقریباً اس کا ہاتھ تھام کر منت پر اتر آئیں۔

”اچھا میں ضروری کام سے اسلام آباد جا رہی ہوں پھر جیسا ہوگا دیکھ لیں گے۔ ضرورت پڑی تو آپ کی بات مانی جاسکتی ہے۔“

”اسلام آباد۔“

”ہوں۔“

”اور منگنی، ہال کی بکنگ، انتظامات۔“

”فی الحال تو سب کچھ ختم سمجھیں اگر کوئی گفتگو سے گنجائش نکلی تو ضرور اس پر بات ہوگی۔“ اس نے جواب دیا۔

”شرمین پلیز یہاں سے نہ جاؤ میری منت ہے۔“

”اچھا، اچھا واپسی پر دیکھتی ہوں آپ اپنا خیال رکھیں۔“

”اور بوبی۔“

”بوبی سے میں کوئی بات کرنا نہیں چاہ رہی۔“

”پلیز، اسے معاف کردو۔“

”کردیا ہے آپ پریشان نہ ہوں۔“

”منگنی کے بعد کوئی شکایت ہوئی تو میں خود بوبی کو سزا دوں گی۔“

”آپا پلیز! اس موضوع پر بات نہ کریں، مجھے آپ کا احساس ہے مگر یہ بھی تو سوچیں کہ بوبی نے آخری حد تک مجھے پہنچا کر دم لیا ہے۔“

”مجھے معلوم ہے۔“

”تو پھر...... میرے فیصلے کا خیر مقدم کریں جگ ہنسائی سے تو بہتر ہے اس کے اور میرے مزاج میں بہت نمایاں فرق ہے۔“ اس نے دھیرے دھیرے کہا۔

”اچھا رک جاؤ۔“

"میں بھولی سے، بابا سے آپ کے بارے میں کچھ بات کرلوں آپ نے اپنا خیال رکھنا ہے۔"
"اچھا، بوبی سے مل لو۔"
"نہیں۔"
"پلیز۔"
"آپا کل اسے سمجھا دیا تھا۔" وہ بولی مگر بھولی فروٹ لے کر کمرے میں آ گئی اور بولی۔
"باجی آپ تو بڑی ہیں چھوٹے صاحب کو معاف کردیں۔" شرمین بھولی کی بات سن کر سلگ اٹھی۔
"کبھی بڑے معاف نہیں بھی کرتے۔"
"بھولی تم جا کر حمیدہ سے کہو کہ یخنی بنائے بوبی کے لیے۔" زینت نے کافی ڈپٹ کر کہا بھولی تو برا سامنہ بنا کر چلی گئی جبکہ شرمین نے زینت کو احساس دلایا۔
"دیکھا یہ فرق ہوتا ہے عمروں کا۔"
"بھولی کی بے وقوفی کو سنجیدگی سے نہ لو۔"
"بھولی اتنی بھولی نہیں ہے آپا۔"
"اچھا چھوڑو درگزر سے کام لو بوبی سے مل لو۔"
"نہیں آپا پلیز! اسے احساس ہونے دیجیے میں کل مل چکی ہوں۔" اس نے بہت نرمی سے کہا اور ان کی پیشانی چوم کر باہر نکل آئی زینت کی آنکھیں چھلک اٹھیں مگر روک نہیں سکیں۔



عارض کی آمد نے آغا صاحب کی زندگی لوٹا دی تھی۔ وہ پھولے نہ سمار ہے تھے اسے گلے لگا کر چوما بلائیں لیں کہ وہ خود بھی متحیر رہ گیا محبت تو وہ ہمیشہ ہی اتنی کرتے تھے لیکن اب وہ صحت یابی کے بعد ایک طویل عرصے کی جدائی کے بعد لوٹا تھا صدقے کے بکرے یتیم خانوں کو بھجوائے گئے، کھانا تقسیم کیا گیا آغا جی مسلسل حرکت میں تھے تھک کر ٹی وی لاؤنج میں پہنچے تو عارض کو کچھ مضطرب اور کھویا کھویا پایا۔
"بابا مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔" وہ انہیں دیکھتے ہی جلدی سے بولا۔
"مجھے معلوم ہے جو بات ہے فوراً جاؤ اور جا کر شرمین کو مناؤ ورنہ جمعہ کے دن اس کی منگنی ہو جائے گی۔" انہوں نے صاف سپاٹ لہجے میں کہہ دیا وہ کہنا تو کچھ اور چاہتا تھا مگر شرمین کی منگنی کی خبر نے اس کے دل پر زوردار گھونسا مارا وہ بے قرار ہو کر پوچھ بیٹھا۔
"کس سے......!"
"وہ نوجوان ہے نا بوبی...... بوبی سے۔" وہ بولے۔
"بو...... بوبی...... مگر......" اس کے لیے اب حیرت کا مقام تھا۔
"ہاں دیر ہو گئی ہے مزید دیر نہ کرو اسے منا لو وہ بہت اچھی ہے اور تم نے اس کو چاہا بھی ہے۔" آغا جی نے اپنی طرف سے سمجھایا۔
"وہ خوش ہے میں بھی اسی میں خوش ہوں۔" وہ بڑبڑایا۔
"عارض۔"
"جی۔"

"بیٹا اسے منالو، پلیز۔"
"بابا یہ باب بند ہو چکا ہے مگر مجھے حیرت ہے کہ صبیح احمد کے بجائے بولی۔" وہ تذبذب میں گرفتار بولا۔
"کیا کہہ رہے ہو۔"
"کچھ نہیں۔"
"تو پھر شرمین کے پاس جاؤ۔"
"بابا یہ مشکل ہے میں نے اسے خود چھوڑا ہے۔"
"پر کیوں؟"
"چھوڑیں فی الحال ایک ضروری بات کرنی ہے۔"
"بولو۔"
"معید صاحب کو کہیں کہ اس لڑکی سجنا کی ضمانت کرادیں۔"
"کیا......؟" وہ چلا اٹھے۔
"جی بابا معید صاحب نے بتایا ہے کہ اس کی کسی نے ضمانت نہیں کروائی۔"
"کیوں، کیوں عارض اس سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں۔"
"بابا وہ ہم پاکستانیوں کو، مسلمانوں کو اچھا سمجھتی ہے ہمیں اس کے کام آنا چاہیے۔"
"اس کے اچھا یا برا سمجھنے سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا میں اب اس کا ذکر بھی نہ سنوں۔"
"بابا ذکر والی کوئی بات نہیں ہے میرا کوئی تعلق نہیں ہے وہ مظلوم ہے معید صاحب آپ کی اجازت کے بغیر ضمانت نہیں کرائیں گے۔" اس نے سمجھانا چاہا مگر وہ بہت برہم ہوگئے۔
"عارض اپنی من مانیاں بہت کرلیں، اس لڑکی کی میں بات نہ سنوں۔"
"آپ صرف ضمانت کا کہہ دیں باقی ذکر تک نہیں سنیں گے۔" اس نے پھر کہا۔
"اوکے، لیکن آپ شرمین سے ملو۔" وہ یہ کہہ کر چلے گئے تو اس نے دکھتے سر کو تھام کر شرمین کے بارے میں سوچا۔



گاڑی سے باہر نکل کر اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔
"کون؟" اندر سے بلاشبہ آواز زیبا کی ہی تھی وہ ایک دم کچھ سوچ کر بولا۔
"صفدر" دروازہ وا ہوگیا۔ گلابی لباس میں وہ روبرو تھی وہ دیکھ کر نظریں چرا گیا حالانکہ شام کے ملگجے سے اجالے میں وہ مدہوش کردینے کی حد تک خوب صورت لگ رہی تھی۔
"راستہ چھوڑو گی یا جاؤں۔" وہ خود پر لاتعلقی کا ماسک چڑھاتے ہوئے بولا۔
"جی......جی۔" وہ گھبرا کر ایک طرف ہوگئی۔
"بلکہ امی کو بھیج دو مجھے اندر نہیں آنا۔" صفدر خود پر کنٹرول کر کے بولا حالانکہ دل عبدالصمد کو دیکھنے کو مچل رہا تھا دل تو نے کیوں زیبا کو دیکھنے کے لیے اسے ستا رہا تھا مگر کوئی کمزوری ظاہر کرتا گویا اس کی شان کے خلاف تھا۔
"دنیاداری ہی نبھالیں میرا بھرم رہ جائے گا۔" اس نے نرمی سے کہا۔
"کیسی دنیاداری ہمارا رشتہ ہی کیا ہے؟" وہ رخ موڑے موڑے بولا۔
"شاید کچھ نہیں یا پھر بہت کچھ۔" وہ اس کے جواب پر چونکا۔

"میری امی تمہاری باتوں میں آ سکتی ہیں میں نہیں آج بھی ضد کرکے آئی ہیں۔"
"اور آپ...... آپ کیوں آئے ہیں؟" اس نے بھی بھاری ضرب لگائی تو وہ جھنجلا گیا۔
"ہمارے درمیان نہ کچھ تھا نہ ہے اور نہ ہوگا۔" پلٹ کر بولا۔
"ہمارے درمیان عبدالصمد ہے جسے دیکھے بنا آپ کی امی نہیں رہ سکتیں اور آپ بھی اسے نظر انداز نہیں کر سکتے۔" وہ یہ کہہ کر تیز قدموں سے اندر چلی گئی اور وہ اپنی ہستی کا سب غرور اپنے ہی کندھوں پر لیے اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا صحن میں اس طرف آ گیا جہاں سب موجود تھے۔
"السلام علیکم!" اس کو دیکھ کر ہاجرہ بیگم نہال ہوگئیں۔
"وعلیکم السلام! جیتے رہو آؤ بیٹھو۔"
"جی بس ذرا جلدی میں ہوں دوست کی طرف جانا ہے۔"
"دو گھڑی بیٹھ جاؤ یہ کون سا طریقہ ہے؟" جہاں آرا نے تنبیہہ کی تو وہ تخت پر ٹک گیا۔
"دیکھو عبدالصمد کیسے ہمک ہمک کر تمہیں دیکھ رہا ہے۔" ہاجرہ بیگم نے ٹکڑا لگایا تو بے اختیار ہی وہ بیٹے کو دیکھنے لگا وہ گول مٹول سا بچہ اس کا بیٹا تھا دل چاہا کہ اسے اٹھا کر چوم لے مگر ایسا کر نہیں سکتا تھا۔
"صفدر بھائی عبدالصمد کو اٹھالیں۔" منھی چائے لیے آ گئی اور اسے بیٹے کو دیکھتا پا کر بولی۔
"ہاں گود میں لو بیٹے کو ہم چل رہے ہیں۔" وہ امی کی بات پر چونکا۔
"ہم۔"
"ہاں میں نے زیبا کو کہا ہے کہ بہت رہ لیں اب گھر چلو۔"
"مگر میں نہیں جاؤں گی۔" زیبا عبدالصمد کا فیڈر بنا کر لائی تو ان کی بات کا جواب دیا۔
"ہیں؟"
"نہیں بیٹا بدتمیزی نہیں۔" ہاجرہ نے بیٹی کو سرزنش کی۔
"اماں صفدر کے ساتھ جب......"
"ارے تو میں لینے ہی آیا ہوں۔" صفدر نے جلدی سے بات سنبھالی۔ زیبا حیران رہ گئی منھی کے لبوں پر ذو معنی مسکراہٹ آ گئی جبکہ وہ ہاجرہ بیگم اور جہاں آرا خوش ہوگئیں۔
"مگر میں نہیں جارہی۔"
"زیبا......" ہاجرہ بیگم نے کچھ سختی سے پکارا۔
"پھر آ جانا۔" صفدر نے جھنجلا کر کہا۔
"آپ بتاتے کیوں نہیں؟" زیبا نے براہ راست صفدر کی آنکھوں میں جھانکا۔
"تم بتاتی رہو مجھے جلدی ہے عارض کو ملنا ہے۔" وہ چائے کا کپ رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔
"ارے یہ کیا ہورہا ہے۔" جہاں آرا بگڑیں۔
"اپنی لاڈلی سے پوچھیں جو یہ چاہیں ویسا کرلیجیے گا۔ میں واپسی پر لے لوں گا یا ٹیکسی پر چلی جائے گی۔" وہ اپنی بات مکمل کرکے نکل آ گیا پلٹ کر نہیں دیکھا۔

......☆☆☆......

"یاالٰہی یہ کیسی خلش ہے کیسی بے تابی ہے میں جس کو دیکھنا نہیں چاہتا وہی میرے قدم متزلزل کرنے پر تلا ہے میں

کیسے گرداب میں پھنس گیا ہوں کہ زیبا کی بانہوں کا خمار آنے لگا ہے۔ وہ آنا نہیں چاہتی اور میں کھلے لفظوں میں اسے منع کرنہ سکا میں اس کو بے عزت کر کے آ سکتا تھا' آخر کیوں میں نے دانستہ ٹال مٹول سے کام لیا مجھے گلابی لباس میں ملبوس زیبا پر غصہ کیوں نہیں آیا؟

''کیونکہ تم صفدر اپنے آپ کو بہلا رہے تھے حقیقت تو یہ ہے کہ تم ان دونوں کو مس کر رہے تھے عبدالصمد کی مہک تمہیں بستر پر بے چین رکھتی ہے اور تکیے پر سے زیبا کا دھانی آنچل اب تک اٹھایا نہ تھا کیونکہ اس سے گیلے بالوں کی مہک آتی ہے زیبا کی مہک تمہیں رات کی تنہائی میں خود سے لپٹنے پر مجبور کرتی ہے کئی بار تو وہ آنچل تم نے لبوں سے لگایا اس میں چہرہ چھپایا۔''

''نہیں، میں زیبا کے لیے ایسے کیسے سوچ سکتا ہوں؟'' اسٹیئرنگ پر زور سے مکا مار کر وہ بولا تو چونکا وہ تو عارض سے ملنے جارہا تھا پھر سارا راستہ زیبا کی یاد میں کیوں کٹ گیا؟'' گاڑی پورچ میں چھوڑ کر اس نے لمبے لمبے سانس بھرے پھر اندر آ گیا۔

عارض اسے دیکھ کر دیوانہ وار دوڑا اور لپٹ گیا تقریباً دونوں ہی آبدیدہ ہوگئے طویل مدت کے بعد مل رہے تھے۔

''کیسے ہو میرے یار اور بھابی میرا بھتیجا۔'' عارض نے پوچھا تو اس کا حلق تک کڑوا ہوگیا۔ حالانکہ وہ خود سارے راستے ان کے بارے میں سوچتا آیا تھا مگر اس وقت پھر دورہ سا پڑ گیا۔

''مجھے نہیں معلوم ٹھیک ہوں گے' تم اپنی سناؤ۔''

''میں تمہارے سامنے ہوں مجھے زندہ سمجھو۔'' کچھ عجیب سا کرب تھا اس کی آواز میں صفدر نے واضح محسوس کیا۔

''دیکھ رہا ہوں تمہاری وجہ سے دوسرے مرتے ہیں۔''

''یہ ایک دوست کہہ رہا ہے۔''

''ہاں' خیر یہ بتاؤ اسے بھی ساتھ لائے ہو۔'' صفدر نے طنز کیا۔

''کسے؟''

''اسے۔ جس کی وجہ سے شرمین بہن کو چھوڑا۔''

''وہ کوئی نہیں ہے شرمین کو تو خود اس کے لیے چھوڑا۔''

''کوئی نہ ہوتی تو......؟'' وہ بولتے بولتے رکا۔

''تمہیں کیسے یقین دلاؤں؟''

''ضرورت نہیں میں جانتا ہوں مگر تم نے اچھا نہیں کیا۔''

''ہاں شاید مگر بوبی والی کہانی کیا ہے؟''

''کچھ نہیں بوبی سے کل جمعہ کو منگنی تھی مگر شرمین بہن نے میسج کر کے منع کر دیا ہے۔''

''کیا مطلب؟''

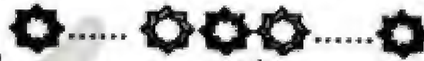
''پتا نہیں' فی الحال ملتوی کا میسج تھا کہیں تم نے تو......''

''یہ تو تم شرمین سے توقع ہی نہیں رکھ سکتے وہ اب جس کے ساتھ رہے بس خوش رہے۔''

''مطلب تم کو فرق نہیں پڑتا۔''

''فرق پڑتا بھی ہو تو کیا فائدہ اب شرمین مجھ پر لعنت ملامت بھیج کر فیصلہ کر چکی ہے مگر مجھے تعجب یہ ہے کہ بوبی کہاں سے آ گیا اور شرمین کی اولین محبت کو کیا ہوا؟'' وہ سخت الجھن کا شکار تھا۔

"اولین محبت کہیں ہوتی تو تم کیوں آتے اور پھر بوبی کے لیے فیصلہ کیوں ہوتا؟"
"سب غلط ہوگیا شاید۔"
"جس کے خمار میں ہو اس کو وش دو۔" صفدر نے پھر اٹیک کیا۔
"صفدر کوئی نہیں ہے۔"
"میں کیسے مان لوں، خیر چلتا ہوں امی اکیلی ہوں گی۔"
"بھابی کہاں ہیں؟"
"جہنم میں۔"
"لاحول ولا...... کیسی فضول باتیں کرتے ہو۔"
"بس ایسا ہی ہے وہ برائے نام سا تعلق نہ ہونے والا تعلق ہے۔" صفدر دھیرے سے کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔
"اچھا لیکن کیوں مجھے بھابی سے ملواؤ تو ان کا گفٹ بھی ڈیو ہے۔" وہ بولا۔
"ہنہہ...... وہ خود بڑا گفٹ ہیں، چھوڑو۔"
"نہیں میں ملنا چاہتا ہوں۔" وہ بضد ہوگیا۔
"او اچھا بابا اب اجازت دو۔"
"نہیں کھانا میرے ساتھ کھا کر جاؤ۔"
"طلب نہیں ہے بلکہ آغا جی سے ملاقات بھی ادھار رہی۔"
"یار......"
"سمجھا کرو اور ہاں اگر دل رضامند ہو تو شرمین بہن کو فون کر کے تو دیکھو۔" وہ بالکل چپ ہوگیا صفدر نے بھی آغا جی والی بات کہہ دی تھی جبکہ وہ شرمین کے مزاج اور شخصیت سے واقف تھا اور پھر صبیح احمد سے بھی تو وہ مل چکا تھا۔



دو قدم پر خوشیاں ہوں اور پھر لمحے میں فاصلے بڑھ جائیں۔ خوشیاں دور چلی جائیں یہ زینت نے سوچا بھی نہیں تھا۔ اب ایسا ہو چکا تھا تو آنکھوں سے اشکوں کا سلسلہ جاری تھا بستر سے لگے بوبی کو دیکھ دیکھ کر ان کا دل ہول رہا تھا منگنی کے کپڑے، دیگر سامان سب ان کو منہ چڑا رہے تھے اپنی طبیعت کی خرابی کا مسئلہ بھی بڑھ گیا تھا، مگر کس قدر بے بس اور بے اختیار تھیں کہ کچھ کر نہیں سکتی تھیں۔
"بوبی بیٹا یہ تھوڑا سا دودھ پی لو۔" انہوں نے اس کو سہارا دے کر دودھ کا گلاس اس کے خشک ہونٹوں سے لگایا مگر اس نے منہ موڑ لیا۔
"ماما۔"
"جی ماما کی جان۔"
"ماما، شرمین۔"
"بیٹا شرمین بہت خفا ہے اور فی الحال اسے منانا مشکل ہے آپ کو سب کچھ بہت سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے تھا۔" انہوں نے کہا تو وہ رو دیا۔
"ماما پلیز۔"
"اب جوان کا یوں رونا مناسب نہیں صبر اور حوصلے سے کام لو۔"

"اور سب کیا کہیں گے؟"

"یہ پہلے سوچنا تھا بچپنا چھوڑ دینا تھا زندگی مذاق نہیں ہوتی۔" وہ بولیں۔

"آپ نے روکا نہیں وہ مجھے مل کر کیوں نہیں گئی؟"

"مرضی اس کی' لیکن آپ کو کس نے بتایا؟"

"بھولی نے بتایا وہ چلی گئی۔"

"بھولی کی باتوں پر دھیان کیوں دیتے ہو' اسے جلدی تھی اور وہ ناراض بھی بہت ہے وقت لگے گا نارمل ہونے میں۔" انہوں نے کہا۔

"ماما میں شرمین کے بغیر مر جاؤں گا۔"

"اللہ نہ کرے۔" انہوں نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ماما شرمین ایسا نہیں کر سکتی' بتائیں اس نے کیا کہا؟" وہ مصر ہو گیا۔

"وہ اسلام آباد گئی ہے آئے گی تو بات ہو گی۔"

"کیا' کیا بات ہو گی اور وہ اسلام آباد کیوں گئی؟" اسے انجانا سا خوف محسوس ہوا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے جیسا آپ سوچ رہے ہو اس نے کہا ہے کہ واپسی پر یہاں آ کر بات کرے گی۔

"اچھا اب اٹھو دودھ پیو' شاباش۔" انہوں نے کہا مگر انہیں معلوم تھا کہ بات بگڑ چکی ہے مشکل سے سنبھلے گی۔ شرمین نے اس قدر شدید ردعمل ظاہر کیا تھا جس کا انہیں تصور بھی نہیں تھا اب شرمین سے ملنے کے بعد وہ ذہنی طور پر تیار تھیں کہ شرمین شاید بوبی کو اب قبول نہ کرے اگر ایسا ہو گا تو بوبی سچ مچ مر جائے گا۔

"یا اللہ میرے گھر کی خوشیاں لوٹا دے میرے بچے کے دل کو دکھ سے بچا لے شرمین کا دل نرم کر دے' وہ بوبی کو معاف کر دے ورنہ سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔" وہ دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگیں بوبی نے بمشکل تمام دودھ ختم کیا اور پھر زینت کی گود میں سر رکھ کر آنکھیں موند لیں زینت بڑی دیر تک اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی رہیں اور اللہ سے اس کی خوشیوں کے لیے دعائیں کرتی رہیں۔

اولاد کی خوشی اور خواہش ماں کے لیے کتنی اہم ہوتی ہے یہ ایک ماں سے بڑھ کر کون جان سکتا ہے جبکہ بوبی تو ان کی اکلوتی اولاد تھی بڑی مشکلوں سے تنہا اسے پالا تھا اس کی خوشی انہیں ہر چیز سے مقدم تھی۔

......☆☆☆......

وہ دل ہی کیا ترے ملنے کی جو دعا نہ کرے
میں تجھ کو بھول کر زندہ رہوں خدا نہ کرے
رہے گا ساتھ ترا پیار زندگی بن کر
یہ اور بات میری زندگی وفا نہ کرے
بجھا دیا ہے نصیبوں نے مرے پیار کا چاند
کوئی دیا مری پلکوں پر اب جلا نہ کرے

بالکنی سے شکست خوردہ قدموں سے کمرے میں آ کر بھی کسی طور پر قرار نہ آیا تو بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں مگر شرمین کا احساس تو پوری طرح تعاقب میں تھا وہ چھم سے سامنے آ گئی تو پٹ سے اس نے آنکھیں کھول دیں صفدر کے جانے کے بعد سے وہ مسلسل اسی کربناک کیفیت سے دوچار تھا۔ جس کی خاطر گماں بدگمانی میں بدل

گیا۔ شرمین اس کو چھوڑ کر بوبی کے لیے زندگی کا اہم فیصلہ کررہی ہے۔ صبیح احمد سے زیادہ محبوب بوبی کیسے ہوگیا یہی دو باتیں اس کے لیے تکلیف دہ تھی دل پشیماں تھا ذہن شرمسار تھا صفدر اور آغا جی شرمین کو آواز دینے کی بات کرتے ہیں لیکن وہ کس منہ سے ایسا کرسکتا تھا۔ وہ یہ اختیار کھو چکا تھا اب کچھ باقی نہیں رہا تھا صبیح احمد تو بعد میں آئے وہ تو معمولی سی بات پر شرمین کو آزمائش میں ڈال کر چھوڑنے کا رستہ دکھا چکا تھا کاش یہ معمولی سی بھول سرزد نہ ہوئی ہوتی' اب جبکہ وہ زندگی بسر کرنے کا ارادہ کرچکی ہے تو سب باتیں بے سود ہیں وہ بہتر سمجھتی ہے کہ زندگی کا شریک سفر کسے بنانا ہے وہ فیصلوں میں خودمختار اور مضبوط قوت ارادی کی مالک ہے اس نے ایک بار بھی نہ آنسو بہا کر وضاحت مانگی نہ رو کر بد دعائیں دیں نہ بے وفائی کا طعنہ دیا اور نہ کوئی شکوہ کیا کس قدر ہمت اور حوصلے سے وہ سب کچھ سہہ گئی تھی اب اس میں تو بات کرنے کا حوصلہ ہی نہیں تھا۔

''نہیں عارض تم یہ اختیار کھو چکے ہو' اسے بنا جرم بتائے سزا سنا کر تم اپنی مرضی کرچکے ہو وہ اب کسی کی ہونے جارہی ہے تمہیں ملال نہیں ہونا چاہیے۔

لیکن...... لیکن کیوں......؟

کیوں نہ پوچھوں کہ...... صبیح احمد کہاں گئے اور ان کی جگہ بوبی کیوں؟ میں نے بوبی کے لیے تو شرمین کو آزاد نہیں کیا تھا میں نے تو اپنی زندگی صرف شرمین کی خوشی کے لیے قربان کی تھی۔''

وہ بے قرار ہوکر سر کے بال مٹھیوں میں جکڑ کر بیٹھ گیا ہاتھ بڑھا کر فون اٹھایا دل نے قوت فراہم کی تو شرمین کا نمبر سرچ کرنے لگا ایک طویل مدت کے بعد نمبر ملاتے ہوئے حوصلہ نہیں ہورہا تھا۔ پھر بڑی جرأت کے ساتھ نمبر ملایا تو فون آف تھا۔

''اوگاڈ' اس نے سر پٹخا اور پھر صفدر کا نمبر ملایا تیسری بیل پر صفدر نے فون اٹینڈ کیا۔

''ہاں بولو۔''

''کہاں ہو؟''

''بس گھر پہنچنے ہی والا ہوں۔''

''شرمین کا فون آف ہے۔'' اس نے بتایا۔

''تو پھر ملا لینا اتنی بے تابی کیا ہے؟''

''بس' میں فوری بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''مت گھبراؤ منگنی تو فی الحال ملتوی ہوگئی ہے۔''

''پھر بھی۔''

''سکون سے نمبر ٹرائی کرتے رہو میں بھی گھر جاکر ملاتا ہوں۔''

''میری سفارش پلیز۔''

''کوشش' مگر وعدہ نہیں۔''

''اوکے۔''

''اوکے۔'' صفدر نے اس کی بے تابی پر مزہ لیتے ہوئے فون بند کردیا۔



گھر پہنچتے ہوئے اسے کافی دیر ہوگئی تھی۔ لیکن گیٹ پر ہی اسے اندر سے عبدالصمد کے رونے کی آواز آئی تو وہ سمجھ گیا

کہ زیبا آ گئی ہے مگر اسے یہ سوچنا برا نہ لگا۔ گاڑی اندر لایا تو آواز اور بڑھ گئی عبدالصمد کی آواز میں امی کی تسلی محبت بھری آواز بھی شامل تھی اس کے کمرے کی لائٹس آن تھیں بس امی کے کمرے سے ہی روشنی آ رہی تھی وہ بھی اسی طرف آ گیا کمرے میں صرف امی اور عبدالصمد ہی موجود تھے عبدالصمد پوری شدت سے رو رہا تھا اور امی اسے سنبھالنے میں مصروف تھیں ہانپ رہی تھیں اسے دیکھ کر وہ جلدی سے بولیں۔

''صفدر شکر ہے تم آ گئے ذرا اسے کندھے سے لگا کر سلاؤ تو۔''

''میں......!'' اس نے تعجب سے پوچھا۔

''تو اور کیا ماں تو ضد میں گھر بیٹھ گئیں۔'' انہوں نے اچھے خاصے تند لہجے میں جواب دیا۔

''مطلب آپ عبدالصمد کو تنہا لے آئیں۔'' وہ جھلایا۔

''اور کیا کرتی بہت سمجھایا ماں نے بھی بہت ڈانٹا ڈپٹا مگر بھئی جانے کون کون سی کدورت دل میں رکھے ہوئے تھی صاف انکار کر دیا' بس ایک لفافہ دیا ہے تمہارے لیے وہ اندر میز پر رکھ دیا ہے میں نے۔'' وہ پہلی بار زیبا کی طرف سے خفا تھیں۔

''آپ گئی کیوں تھیں اور اب یقین آ گیا کہ وہ یہاں رہنا ہی نہیں چاہتی۔'' صفدر کو موقع ہاتھ آ گیا۔

''بہت ضدی ہے جانے کیا کیا بولتی رہی۔ خیر تم بس میرے بچے کو سلا دو۔'' انہوں نے عبدالصمد کی خاطر کہا۔

''آپ لے کر کیوں آئیں اس کی اولاد ہے وہ سنبھالے میں اسے فارغ کر دوں گا۔'' اسے عبدالصمد کو کندھے سے لگا کر چپ کرانے کی کوشش ناکام لگ رہی تھی اس لیے بہت غصے سے بولا۔

''ایسی بات نہ کرو وقتی غصہ ہے ٹھنڈا ہو جائے گا۔'' جہاں آرا نے نرمی اختیار کی۔

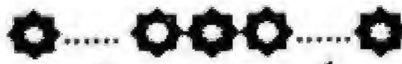
''نہیں یہ تو اس کی ڈیمانڈ ہے مگر عبدالصمد سمیت۔''

''باؤلے ہو گئے ہو ہم اپنا لخت جگر چھوڑ دیں۔'' وہ تڑپ اٹھیں۔

''فی الحال یہ سوچیں یہ ماں کے بغیر سوئے گا کیسے؟'' وہ عبدالصمد کے مسلسل رونے پر فکر مند ہو کر بولا۔

''فون کروا سے بیٹے کی آواز سنواؤ۔''

''امی کچھ حاصل نہیں' یہ طے ہے کہ اسے جانا تھا اس گھر سے۔'' وہ عبدالصمد کو تھپکیاں دیتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا کیونکہ اب کچھ اس کے رونے میں کمی آئی تھی مگر گاہے بگاہے وہ سسکیاں بھر رہا تھا صفدر کا دل بیٹے کے رونے پر کٹ رہا تھا پہلی بار اسے کندھے سے لگائے اپنے اندر کی پوری شفقت محسوس کر رہا تھا زیبا پر غصہ آ رہا تھا اور بیٹے کے لیے محبت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا اسے تھپکیاں دیتے دیتے بالآخر سلانے میں کامیاب ہو گیا تھا اپنے کمرے میں لا کر بیڈ پر لیٹا کر مطمئن ہوا۔



عبدالصمد کو پرسکون سویا دیکھ کر اسے بھی دلی سکون حاصل ہوا واش روم سے فریش ہو کر کچھ دیر کو محبت پاش نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بیڈ کے برابر پڑی کرسی پر ٹک گیا ایک دم اچٹتی سی نگاہ سینٹر ٹیبل پر پڑی تو ٹھٹکا، بند لفافہ دیکھ کر یاد آیا کہ یہ وہی لفافہ ہے جس کا امی نے کچھ دیر پہلے ذکر کیا تھا اس نے ہاتھ بڑھا کر لفافہ اٹھایا تو وہ کچھ وزنی سا تھا باہر سے ہی محسوس ہو رہا تھا کہ اندر تصویریں ہیں لفافہ چاک کیا تو بیچ بیچ چار فوٹو اس کے ہاتھ میں آ گئیں اس کی اور عارض کی دریائے نیلم کے کنارے پر لی گئی تصویریں تھیں اسے حیرت سی ہوئی کہ زیبا نے یہ تصویریں کیوں بھیجیں؟ یہ تو کہیں الماری میں پڑی تھیں۔ اس نے الٹ پلٹ کر لفافہ دیکھا تو چونکا ایک جملہ درج تھا۔

"دیکھ لو میرے گناہ گار کو اسے تم نے چھپا کر رکھا تھا۔"

اس نے کچھ نہ سمجھا بار بار کوئی تین سے چار مرتبہ یہ جملہ پڑھا پھر تصویریں بھی بار بار دیکھیں۔ کچھ پلے نہ پڑا تو سخت پریشانی کے عالم میں کمرے میں چہل قدمی کرنے لگا۔ جتنا سوچ رہا تھا اتنا دماغ الجھ رہا تھا۔

"کیا مقصد ہے اس جملے کا ان تصویروں کے ساتھ۔" وہ بڑبڑایا۔

پھر جیسے کسی نے دماغ کو کرنٹ لگا دیا یا پھر اسے الیکٹرک چیئر پر بٹھا دیا۔

"یہ...... عارض...... عارض کو کہا ہے۔ کیا، کیا عارض زیبا کا......؟ نہیں، یہ نہیں ہوسکتا۔" وہ چلا اٹھا عبدالصمد اس کی چیخ پر کسمسایا اور پھر وہ رونے لگا وہ اس کی طرف بڑھا گود میں اٹھایا اور پھر سلانے کی کوشش کرنے لگا۔

"صفدر...... صفدر۔" جہاں آرا اسے پکارتی ہوئی وہیں آ گئیں۔

"جی امی۔"

"میں سمجھی کہ تم سو گئے عبدالصمد کے رونے کی آواز آئی تو۔"

"نہیں میں جاگ رہا تھا۔"

"لاؤ مجھے دو۔" وہ بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"امی آپ سو جائیں۔"

"واہ، میرا بچہ روئے اور میں سوؤں اور تم بھی کچھ کھا لو پھر سو جاؤ۔" انہوں نے کہا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔"

"تو پھر سو جاؤ صبح دفتر جانا ہے۔"

"جی ابھی سوتا ہوں۔"

"زیبا سے کب بات کرو گے؟"

"کیسی بات؟"

"کل صبح بہت ضروری ہے۔"

"ہاں، کیونکہ بچہ ماں سے جدا نہیں کر سکتے۔"

"امی سب الٹ پلٹ ہو گیا ہے اب۔" وہ بولا اور تصویریں لفافے میں واپس رکھ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

"بیٹا اس کے لیے فیڈر بنا کے لاتی ہوں۔"

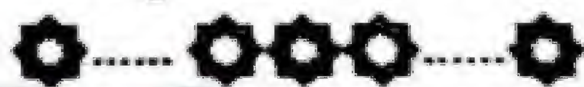
"آپ بیٹھیں میں لاتا ہوں۔" وہ اٹھا۔

"تم ٹھیک تو ہو نا۔" انہیں اس کا کھویا کھویا انداز بہت عجیب سا لگا۔

"جی بس ویسے ہی۔"

"پھر بھی۔"

"آپ نے بات مانی ہی نہیں، گھر بدلنے کے حوالے سے سوچ رہا تھا۔" وہ چلا گیا تو جہاں آرا دکھی سی ہو گئی انہیں پوری شدت سے احساس ہوا کہ صفدر کو سکھ اور خوشی ملنی چاہیے گھر بدلنے میں اس کی مجبوری اور خوشی ہے تو ٹھیک ہے ویسے بھی زیبا نے ان کی نظر میں صفدر کے لیے احساس محبت بڑھا دیا تھا۔



ساری رات جس طرح تڑپ تڑپ کر اس نے عبدالصمد کو یاد کیا تھا اس کی جدائی میں آنسو بہائے تھے یہ وہی جانتی

تھی اماں نے تو خوب جلی کٹی سنائی تھیں نمی نے کسی حد تک اس کی بات سے اتفاق کیا تھا وہ پہلے یہی کہتی رہی کہ اسے ساتھ جانا چاہیے تھا مگر جب تصویریں بیگ کی اندرونی جیب سے نکلیں تو پھر نمی کے نزدیک اس کی جیت یقینی تھی۔ اسے امید تھی کہ اب جبکہ زیبا کا مجرم سامنے آ گیا تھا تو کوئی گنجائش نہیں رہی تھی کہ اب صفدر اسے معاف نہ کرے مگر اسے زیبا کی حیرت پر خود بھی حد درجہ حیرت تھی کہ صفدر کے ساتھ اس کی تصویریں کیوں، مگر اس بات پر سوچتے صبح ہوگئی تھی۔

وہ دونوں فجر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھیں کہ دروازے پر دستک ہوئی نمی نے چونک کر زیبا کو دیکھا اور آنکھوں، آنکھوں میں اشارہ کرکے خود کچن کا رخ کیا اور زیبا کو دروازے تک آنا پڑا اس کا اور نمی کا اندازہ بالکل درست تھا۔ عبدالصمد کے بنا تھا وہ خونخوار نگاہوں کے ساتھ گھورتا ہوا اسے پرے دھکیل کر اندر آیا دروازہ بند کیا تو اس نے پہلی بار خوب چسکا لیتے ہوئے کہا۔

"مجھے اندازہ تھا کہ آپ رات مشکل سے گزاریں گے۔"

"یہ کیا نیا تماشا لگایا ہے؟" اس نے اپنے ہاتھ سے اس کو ایسے گھمایا کہ اس کا تن نازک پورا چکرا گیا۔

"تماشہ نہیں آپ کو آئینہ دکھایا ہے' منصف کی چھتری تلے میرا مجرم پناہ لیے ہوئے تھا اور میں رات دن کند چھری سے ذبح ہوتی رہی۔" وہ بڑے تن تنے کے ساتھ بولی وہ کچھ سمجھ نہ پایا۔

"تصویریں میری ہیں اور میرے سب سے پیارے دوست کے ساتھ تمہارا مقصد کیا ہے؟ بولو جواب دو۔" اس نے ایک بار پھر اسے جھنجوڑ کر رکھ دیا۔

"اندر چل کر بات کریں باہر لوگ سنیں گے۔" اس کی آنکھوں سے غم و غصے کی چنگاریاں اڑتی دیکھ کر وہ سہم گئی۔

"پروا نہیں' تمہاری اتنی جرأت کہ تم میرے جگر کو اپنا گناہ گار کہو ہماری فوٹو اٹھا کر اتنا گھناؤنا الزام وہ بھی میرے دوست پر لگاؤ۔" وہ دیوار سے لگ گئی اور وہ اس پر جھک کر کف اڑانے لگا۔

"صفدر یہ تصویریں آپ کے بیگ کی جیب میں تھیں اور آپ اپنے جگری دوست کے گناہ کو کیا جانیں؟"

"میں اس کے گناہ اور ثواب کو بخوبی جانتا ہوں تمہیں تو یہ بتانا ہے کہ اتنا گھٹیا الزام لگانے کی کوشش کیوں کی کیا بگاڑا ہے عارض نے تمہارا؟" وہ چبا چبا کر بولا۔

"میں نہیں جانتی مگر آپ کا یہ دوست میرے اصل گناہ گار کا شریک ہے یہ سچ ہے صفدر اسی لیے میں نے عبدالصمد کو تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ تمہاری اپنا دوست سے نفرت میں وہ کمی کرنے کا سبب بنے۔"

"گویا یہ تمہاری بکواس سچ ہے میں اسے تمہارے سامنے لا کھڑا کروں گا۔ لیکن یاد رکھنا میں تمہارا قتل کردوں گا۔" وہ بولا۔

"صفدر اور اگر تمہارا دوست ہی مجرم نکلا تو اس کے ساتھ کیا کرو گے؟" اس نے روبرو آ کر پوچھا۔

"شٹ اپ' وہ تمہارے عاشق کی طرح گھٹیا نہیں۔" وہ جذباتی ہوکر اس زور سے چیخا کہ اس نے کانوں پر ہتھیلیاں رکھ لیں۔

"اور یہ بہت گھٹیا طریقہ ہے میرے گھر میں رہنے کا۔"

"مجھے کوئی شوق نہیں آپ کی نظروں میں اصل مجرم آ جائیں اور بس' عبدالصمد کو تو میں نے چند دن کے لیے بھیجا ہے۔" وہ یہ کہہ کر اندر بڑھ گئی اور وہ سر تا پا گویا اس کا مقروض ہوگیا من من بھاری قدم اٹھانے مشکل ہوگئے۔

✿ ✿✿✿ ✿

کبھی کبھی آگ لگانے کے لیے ضروری نہیں ہوتا کہ ماچس کی تیلی رگڑی جائے انسان کے اندر آگ کا الاؤ خود بخود جلتا ہے اور سرتاپا اسے بھسم کردیتا ہے اچانک اور غیر متوقع دہکنے والی بھٹی کی صورت جب نہ جلنے کا سبب معلوم ہوتا ہے اور نہ بھڑک اٹھنے پر کوئی کنٹرول باقی رہتا ہے۔ اس وقت وہ بھی بنا ماچس، بنا تیل کے جل رہا تھا بدن سے اٹھنے والے شعلے آسمان سے باتیں کررہے تھے۔ یہ اچانک کیا سے کیا ہوگیا تھا شہر سے دس کلومیٹر دور ویران جگہ پر گاڑی میں بیٹھا جل رہا تھا زیبا نے عزیز دوست کے بارے میں اگر کہانی گھڑی تو سزا سنگین ہوگی اور اگر عارض سچ مچ اس میں ملوث نکلا تو...... تو کیا کرو گے صفدر......"

"نہیں، عارض ایسا نہیں کرسکتا یہ زیبا کی چال ہے میرے گھر میں رہنے کا ایک گھناؤنا منصوبہ تاکہ میرا سر جھکا سکے میں اسے معاف کردوں دوست کی خاطر ضبط کرجاؤں، لیکن یہ ممکن نہیں۔ زیبا تمہارا گناہ گار اگر عارض بھی نکلا تب بھی تم یہ کیسے سوچ سکتی ہو اور عارض کو تو کبھی معاف نہیں کرسکتا عبدالصمد کے لیے ایسی خطا درگزر کرنے کا مجھ میں حوصلہ نہیں۔"

"اے خدا یہ کیسا کڑا امتحان آپڑا ہے ایک طرف بیوی کا الزام اور دوسری طرف عزیز از جان دوست وہ کیسے اور کیونکر گناہ میں شریک بن گیا، میں کیسے پوچھوں اس سے کیا کہہ کر مجرم قرار دوں۔" سوچ سوچ کر سر درد سے پھٹنے کے قریب تھا مگر کوئی سرا ہاتھ نہیں آرہا تھا ڈیڑھ گھنٹہ گزر چکا تھا مگر اسے دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہیں تھی گھر میں امی پریشان ہورہی ہوں گی یا پھر عبدالصمد رو رو کر ہلکان ہورہا ہوگا اسے ان دونوں باتوں کا ہوش نہیں تھا وہ تو درد دل کا علاج چاہتا تھا زیبا نے غم و غصے کی جو بھٹی جلائی تھی وہ تو اسے بجھانا چاہتا تھا مگر کیسے؟

کس قدر حیران کن انکشاف تھا کتنا غیر متوقع حملہ تھا سچ تھا یا جھوٹ یہ فیصلہ ہونا دشوار تھا اب جبکہ عارض طویل عرصے کے بعد لوٹا تھا اس نے تو بھابی، بھابی کی رٹ لگا رکھی تھی اس سے یہ پوچھنا آسان نہیں تھا بچپن کا دوست گنوانے کا احتمال پیش نظر تھا۔ دوستی دشمنی میں بدلنے کا خوف تھا زیبا کا کیا ہے اسے کیا فرق پڑتا؟" وہ پھر یہ سوچ کر اپنے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن چبانے لگا۔

جوں جوں وقت گزر رہا تھا اس کے اندر کڑواہٹ بڑھتی جارہی تھی زیبا کا ایک ایک جملہ برچھی بن کر سینے میں پیوست ہورہا تھا کس قدر طنز اور غصہ تھا اس کی آنکھوں میں کئی سالوں سے جو بیگ اس نے نہ استعمال کیا اور نہ کبھی ان تصویروں پر اس کی توجہ گئی تھی وہ زیبا کی سچائی کا ذریعہ بن گئیں۔

"ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا" زیبا میں تمہاری بات پر اعتبار کرکے اپنے دوست پر شک نہیں کرسکتا تم جھوٹی ہو دھوکہ باز ہو۔" وہ زیبا کو مخاطب کرکے چلایا مگر وہاں تو دور دور کوئی نہیں تھا۔

"میں کیا کروں کیسے اس جہنم سے نکلوں؟" وہ پھر چلایا لیکن کوئی جواب نہ ملا۔

"صفدر میاں پوچھنا تو پڑے گا عارض سے کسی ترکیب کے ساتھ کسی بہانے سے عارض اب تک زیبا سے نہیں ملا اسے زیبا سے ملا دینا چاہیے اگر وہ اس کا مجرم ہے تو فوراً بولے گا سچ جھوٹ سامنے آجائے گا یہی بہتر ہے کہ کسی بھی طرح عارض زیبا کو دیکھ لے، کیوں نہ کوئی تصویر دکھادی جائے؟" اس نے کافی جدوجہد کے بعد کچھ نہ کچھ نتیجہ نکال لیا کوئی حل ڈھونڈ لیا، وہ مزید کچھ اور سوچتا کہ آفس کے نمبر سے کال آنے لگی وہ ہوش و حواس کی دنیا میں آیا ٹائم بہت ہوگیا تھا شاید اسی لیے آفس سے فون آرہا تھا اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور واپسی کے لیے موڑ دی۔



آغا جی فیکٹری جاچکے تھے۔

عارض شب بھر مضطرب اور بے قرار اختر شماری کرنے کے بعد صبح کے قریب سویا تھا آغا جی نے دانستہ سونے دیا

غزل

تارے اترے آسمان سے جب پھیلایا دامن کو
عید کے چاند میں ہم نے دیکھا ساجن کو
مہندی چوڑی اور تمہارا ساتھ ساجن
اس سے بڑھ کر کیا اک دیوانی کو
پیلے جوڑے اور گلابی آنچل نے
کتنے پیارے رنگ دیے ہیں ساون کو
چاند کو دیکھا پھر تم سامنے آئے تھے
عید کی خوشیاں بھر گئیں میرے دامن کو
چاند رات کی مہندی مجھ سے کہتی ہے
تم بھی اک پیغام لکھو ناں ساجن کو

نرگس بانو

اکیلے ہی ناشتہ کر کے چلے گئے تھے ان کے ملازم خاص اسلم نے صفدر کو بتایا کہ چھوٹے صاحب سوئے ہوئے ہیں میں جگا دوں تب اس نے منع کر کے خود اس کے کمرے کا رخ کیا کمرے میں گھپ اندھیرا تھا اس نے پردے سرکائے تو صبح کی روشنی نے کمرہ روشن کر دیا۔

"عارض۔" صفدر نے اس کو پکارا۔

"اوں ہنہہ تم خیر...... خیریت۔" نیم وا آنکھوں سے اسے دیکھ کر وہ متعجب سا ہو کر بولا۔

"خیر ہے اب تک سو رہے ہو۔"

"بس رات بھر جاگتا رہا۔"

"کیوں؟"

"شرمین کی یادوں نے سونے نہیں دیا یہاں آ کر تو وہ خود کو بھولنے نہیں دے رہی۔" وہ اٹھ بیٹھا۔

"دو چیزیں بھولتی نہیں ہیں ایک گناہ اور ایک سزا۔" صفدر نے کچھ ذو معنی سا انداز اختیار کیا مگر وہ سمجھا نہیں۔

"ٹھیک کہتے ہو شرمین فون کاٹتی رہی پھر اس نے فون بند کر دیا یہ سزا ہی تو ہے میرا خیال ہے مجھے اس سے رابطہ نہیں کرنا چاہیے۔" عارض رنجیدہ خاطر سا بولا۔

"نہیں امید تو رکھنی چاہیے ایک شرمین سے ہی تو تم نے محبت کی یا پھر نیویارک میں وہ لڑکی جس کی خاطر شرمین کو مسترد کر دیا۔"

"ایسا کچھ نہیں ہے یار شرمین کا معاملہ بالکل خالص کھرا ہے۔"

"اور جو بے شمار بے ایمانیاں کیں وہ......"

"اللہ معاف کرے مگر لڑکیوں کی مرضی کے بغیر میں نے فلرٹ نہیں کیے۔" وہ سادگی سے کہہ گیا۔

"خیر...... یہ دیکھو۔" صفدر نے جیب سے ایک تصویر نکال کر اس کی طرف بڑھائی۔

"آں ہاں بھابی اور تم واہ ماشاء اللہ۔" تصویر دیکھ کر اس نے انتہائی مسرت اور خوشی کے ساتھ کہا صفدر اس کے چہرے پر حیرت خوف کے آثار ڈھونڈتا رہا مگر ایسا تو کچھ بھی نہیں تھا۔

"یوآر لکی بھائی ماشاء اللہ بہت خوب صورت ہیں کسی روز لاؤ نا ان کی منہ دکھائی بھی ادھار ہے۔" تصویر دیکھ کر تبصرہ کرتے ہوئے عارض روانی میں بولتا چلا گیا صفدر ورطۂ حیرت میں ڈبکیاں کھاتا رہا۔ خود سے کچھ پوچھنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

"زیبا نے تمہیں دیکھا ہوا ہے شادی سے پہلے بتا رہی تھی۔" اس نے دوسرا طریقہ اختیار کیا۔

"ہوسکتا ہے مگر کہاں مجھے تو یاد نہیں پڑتا۔"

"خیر، آ جائے تو بتانا۔"

"ہاں ناشتہ کریں۔"

"نہیں، میں چلتا ہوں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"بتایا نہیں خیریت سے اس وقت آئے۔"

"بس کچھ کنفیوژن ہے۔"

"بتاؤ، کیا؟"

"جب پتا چل جائے گا تو بتاؤں گا۔"

"اوکے ٹیک کیئر۔" عارض نے کہا تو وہ الجھا الجھا سا باہر نکل آیا چاہتے ہوئے بھی وہ عارض سے کچھ نہیں پوچھ سکا کیونکہ اسے یہ یقین ہی نہیں آیا تھا۔



زیبا نے ایسی ذہنی الجھن دی تھی کہ نہ وہ آفس میں ٹھیک سے کام کرسکا اور نہ گھر آ کر کسی طور دل بہل سکا۔ عبدالصمد تو بڑے سکون سے دادی کے کمرے میں سویا ہوا تھا مگر وہ بے کل سا باہر برآمدے میں تخت پر کروٹیں لے رہا تھا جہاں آپا نے اتنا متفکر اور بے چین اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اب دیکھ کر دکھی ہو رہی تھیں انہیں زیبا پر سخت غصہ آ رہا تھا کہ چھوٹے سے معصوم بچے کو چھوڑ کر وہ کیسے سکون سے رہ رہی ہے اور صفدر ٹھیک کہتا ہے کہ اس کی موہنی صورت پر نہ جاؤ اندر سے وہ اس گھر میں رہنے پر راضی ہی نہیں۔

"اگر وہ رہنا نہیں چاہتی تو دوٹوک بات کرو اور فارغ کرو۔" اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے انہوں نے کہا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"فارغ ہی سمجھیں۔"

"اسے بالشت بھر اپنے بچے کا احساس نہیں ہوا اکیلی عیش کرنا چاہتی ہے۔" وہ کافی برہم تھیں وہ بھی پہلی بار۔

"تو کرنے دیں عبدالصمد کو واپس بھیج دیں۔"

"ہیں پاگل ہوئے ہو میں عبدالصمد کو کیسے بھیج دوں؟"

"جب اسے چھوڑتا ہے تو پھر اس کی اولاد ہم کیوں رکھیں۔"

"کیسی باتیں کررہے ہو؟ ارے بچہ تو ہمارا ہے۔" وہ بھڑک اٹھیں۔

"آپ کو کچھ نہیں معلوم میں کس عذاب سے دوچار ہوں؟" وہ بڑبڑایا۔

"تو بتاؤ میں تمہاری ماں ہوں۔" انہوں نے سن لیا۔

"کچھ سننے اور بتانے سے حاصل نہیں ایک جھلسا دینے والی آگ ہے جس میں جل رہا ہوں۔"

"صفدر میرے لعل اپنی ماں کو بتاؤ۔" وہ تڑپ اٹھیں۔

غزل

کبھی تھک کے سو گئے ہم، کبھی رات بھر نہ سوئے
کبھی ہنس کے غم چھپایا، کبھی غم چھپا کے روئے
تیری داستاں حسرت سنا سنا کے روئے
شب غم کی آپ بیتی جو سنائی انجمن میں
کوئی سن کے مسکرائے کوئی مسکرا کے روئے
میرے پاس سے گزرے میرا حال تک نہ پوچھا
میں کیسے مان جاؤں کہ مجھے یاد کرکے روئے
میرے سامنے کردیئے میری تصویر کے ٹکڑے
میں کیسے مان جاؤں کہ میرے پیچھے جوڑ کے روئے
میں ہوں بے نام مسافر میرا نام ہے بے وفا
میرا کوئی نہیں اپنا جو مجھے گلے لگا کے روئے
جو ملے راستے میں تو کہنا ضرور اس کو
میں ہوں اکیلا میرے پاس آکے روئے

ایس ایم بھٹی ...... جڑانوالہ

"کیا...... کیا بتاؤں، کوئی ایک بات نہیں۔"

"زیبا سے میں جا کر بات کرتی ہوں۔"

"اس نے جو کہنا تھا کہہ لیا آپ چھوڑیں اسے۔"

"ایسے کیسے چھوڑ دیں؟"

"مجھے سلجھانے دیں یہ مسئلہ میں سلجھا کر ہی دم لوں گا۔"

"میں کس قدر معصوم اور بھولی بھجتی تھی مگر اس نے تو ماتھے پہ آنکھیں رکھ کر عبدالصمد میری گود میں ڈالا اور کہہ دیا کہ میں اب اس گھر میں نہیں جاؤں گی۔"

"ٹھیک کہا اس نے، مجھے بھی وہ اس گھر میں نہیں چاہیے۔"

"یاخدا! سمجھداری سے کام لو۔"

"سمجھداری سے ہی تو کوئی فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"اس سے ملو۔"

"ہاں، ملوں گا۔"

"اور خود کو ہلکان نہ کرو۔"

"آپ کو کیا پتا کہ میں کس درد میں مبتلا ہوں؟"

"ماں صدقے میرے بچے اللہ سب ٹھیک کرے گا۔"

"جو غلط نکلا وہ میری جان جلا رہا ہے۔"

"کیا...... کیا غلط؟"

"آپ چھوڑیں یہ بتائیں کہ نئے گھر میں شفٹ ہونا ہے یا نہیں۔"

اس نے گفتگو کا موضوع بدلا۔

"جیسا تم چاہو۔"

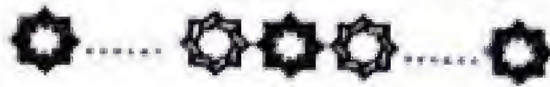
"میرا تو دل چاہتا ہے یہاں سے دور بھاگ جاؤں۔"

"ہم نئے گھر میں شفٹ ہوں گے ڈھیروں خوشیوں کے ساتھ۔" وہ اسے خوش کرنے کے لیے مسکرا کر بولیں تو وہ دکھی سی ہنسی ہنس دیا۔

"تو پھر کل سے شفٹنگ کا کام شروع ہو جائے گا۔"

"پہلے زیبا سے تو بات کر لو، عبدالصمد ماں کے بنا بے کل ہے۔"

"اسے بھیج دیں بلکہ میں ابھی چھوڑ آتا ہوں۔" وہ بولا تو جہاں آرا آب دیدہ ہو گئیں۔



اسلام آباد میں ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔

"ٹھنڈی ہوا کے باعث حبس کا موسم نہیں تھا وہ اپنی زندگی میں تیسری بار اسلام آباد آئی تھی۔ شالیمار ہاسٹل کے مین گیٹ کے باہر ٹیکسی سے اتر کر بلڈنگ کا جائزہ لیا کافی بڑا اور خوب صورت ہاسٹل تھا سبز دھلے اور نکھرے درختوں میں گھری عمارت کی راہ داری سے گزر کر ایڈمن بلاک میں پہنچ کر اس نے وہاں موجود ایک صاحب سے ہاسٹل کی اتھارٹی کے بارے میں پوچھا وقفہ برائے نماز کے باعث آفس خالی تھا وہ ایڈمن بلاک کے ایک دفتر میں بیٹھ گئی۔ بیگ کی جیب سے صبیح احمد کا خط نکالا اور پھر ایک بار اسے لفظ لفظ حرف حرف پڑھا پورا خط گویا ننھے اذان کا چہرہ بن گیا اس نے دیکھا نہیں تھا پھر بھی وہ جانے کیسے اپنے دل کی آنکھوں سے اس کے نقش و نگار بنا کر دیکھنے لگی۔

"اخاہ! صبیح احمد میں نے تو تمہیں معاف کر کے بھلا دیا تھا مگر تم نے اپنی سزا جاری رکھنے کے لیے یہ ذمہ داری مجھے سونپ کر اپنے حق میں برا کیا کیسے چکا پاؤ گے اپنا حسن سلوک اور میرے احسان کا بدلہ اللہ کے دربار میں تمہارا دھوکا خود غرضی پیش ہوں گے کیا صفائی دو گے کہ کیسے میری زندگی برباد کی اور پھر یہ اتنی بڑی ذمہ داری جو مجھے دی ہے اس کے صلے میں کیسے قرض چکاؤ گے؟ میری زندگی کا نئے سرے سے امتحان لینے کیوں پھر سے چلے آئے کیسے نبھا پاؤں گی میں' میری محبت کا دہرا بوجھ کیسے اٹھا پاؤ گے تم نے محبت کا مذاق کیا تھا محبت کو ریت پر لکھا تھا یا پانی پر مگر میرے دامن میں صرف حسرتیں ڈال کر تم بے گانے بن گئے تھے کبھی سوچا بھی نہیں کہ میں نے تم سے سچی محبت کی تھی اس کا صلہ کیا ہونا چاہیے، میں نے تو اپنی محبت کا حق ادا کیا ہے صبیح احمد تاکہ روز محشر سرخرو ہو سکوں افسوس تو یہ ہے کہ تم میرے سامنے سر نہیں اٹھا پاؤ گے میں اذان کی انگلی تھام کر تمہارے روبرو آؤں گی۔" وہ سوچ رہی تھی کہ کسی نے کہا۔

"آپ کو کس سے ملنا ہے؟" اور وہ چونک کر کھڑی ہو گئی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

